

Regd. L. No 2595.

ہندستان بھیکے سکھوں کے آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فریق کو بجا لایا

۲۵۹۵ حصہ اول نمبر

ضوابط

چند سالانہ عوام سے
 ششماہی سے
 سالانہ سرپرستوں سے
 افراد سے
 ممالک غیر سے صرف
 شلنگ سے



مقاصد

۱۔ اسلام کی خوشیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور
 دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت ظاہر کرنا
 ۲۔ غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام کے اہم فریق
 کو ادا کرنا
 ۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل صحیح جواب دینا
 ۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط
 مستحکم بنانا

جلد ۲۵

اخبار نور قادیان الامان مؤرخہ ۱۳ اگست ۱۳۲۶ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵

نمبر ۲۴

شکرۂ احباب!

۳ جولائی کے پرچہ میں میں نے "میری تین خوشیاں" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، اس پر مجھے بہت سے دوستوں کے مبارکبادی کے خطوط آئے، جن کیلئے میں خصوصیت سے شکر گزار ہوں، ان میں سے چند ایک احباب کے خطوط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سکندر آباد کا خط۔ عالیجناب سیٹھ عبداللہ الدین صاحب سکندر آباد سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مکرم و معظم انویم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بہت سی خوشیوں کیلئے خاکسار کی طرف سے ٹریل مبارکباد قبول فرمائیے۔ دو کا علم تو پہلے سے ہی ہے ہاں آپ کے صاحبزادہ کی بی۔ اے میں کامیابی کی خبر سن کر خداوند آپ کے اس بچہ کو بلکہ آپ کے تمام بچوں کو نیک خادم دین اور والدین کے سکھوں کی ٹھنڈک بنائے، آپ جو عظیم الشان کام بجا لارہے ہیں اس سے بھی بڑھ کر آپ کی اولاد بجا لائے۔ آمین!"

گورگانوال کا خط۔ جناب مولوی محمد طاهر خان صاحب پلیر

گورگانوال سے تحریر فرماتے ہیں کہ "محترم سردار صاحب اسلام سنون آپ کو اپنے نور بصر کی تعلیمی کامیابی مبارک اللہ تعالیٰ اسی پر دان چڑھائے، اور آپ کو آپ کے اسلامی اخلاص پر اللہ تعالیٰ کے ہاں سو خوب خوب دینی و دنیوی اجر ملے، آمین ثم آمین۔ آپ کے کام میں حسب عادت خاموشی سے دیکھا کرتا ہوں اور میرا دل آپ کے لئے دعائیں کیا کرتا ہے۔ تجربہ کے بعد پایا کہ آپ نایاب ہستی ہیں۔" جناب ڈاکٹر بشری صاحب میڈیکل آفیسر عدن سے تحریر فرماتے ہیں کہ "محترم جناب سردار صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تین خوشیوں والا کامل نظر سے گزرا، قرآن کریم کے تراجم کا سہرا قدرت نے خود اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر رکھا ہے، اور اس خدمت دین کیلئے بجا طور پر آپ مبارکباد کے مستحق ہیں، اور نیز میں آپ کے بچہ کی کامیابی پر خلوص دل سے تبریک عرض کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو ایسی خوشیاں تازہ کرے دیکھتا رہے۔"

باجوہ کا خط۔ جناب چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب نمبر دار کھیوہ باجوہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مکرم و معظم جناب سردار صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے صاحبزادہ کی کامیابی

معلوم کر کے خوشی ہوئی، مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر دو چیز میں خوشی اور کامیابی عطا فرمائے۔" مولوی کھیر کا خط۔ جناب مولوی محمد احسان الحق صاحب مولوی کھیر سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مخدومی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار نور کے ذریعہ آپ کی تین خوشیوں کا حال معلوم ہو کر مجھے بھی بہت خوشی ہوئی، لہذا دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں کہ مولاکریم آپ کو بیش از بیش توفیق و مواقع خدمت دین کے عطا فرماتا رہے۔ اور صاحبزادہ کو بھی بیش از بیش دینی و دنیاوی کامیابی عطا فرمائے۔"

یہ خطوط بطور مشیت نمونہ از خروارے ہیں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دوستوں نے میری خوشی کو اپنی خوشی سمجھا، جس کیلئے نہ صرف یہ کہ میں ان بھائیوں کا دل سے شکر گزار ہوں بلکہ صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم میرے ان بھائیوں کو جن کی محبت اور اخوت پر مجھے بجا طور پر ناز و فخر ہے۔ حسنت دارین کا وارث بنائے آمین۔

اللہ بخش سیم پریس میں باقی تمام جلدیں عطلہ اللہ خان مولوی قاضی پرنسپل جھپا اور سردار محمد اویف اندیشہ پبلشرز نے قادیان ضلع گورداسپور سے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر بی آر امید کی شخصیت کا ایک مطالعہ

اچھوتوں کی حمایت میں تلخ تجربات

اگر میں کسی کو قتل ہی کروں تو وہ ڈاکٹر امید کے ہوگا۔ اس فقرہ کا کہنے والا ایک نرم مزاج والا امیر مسافر تھا لیکن یہ فقرہ اس نے بہت اطمینان کے ساتھ کہا، میں نے اس سے یہ نہ پوچھا کہ وہ کیوں ایسا کریگا، تاہم اس نے اس کے بعد ہی کہا۔ ”میں اسکو سب سے بڑا امر باعث تکلیف عام سمجھتا ہوں۔“

پانچ سال قبل لندن میں ایک بہت مشہور مدرسے میں سے ڈاکٹر امید کے متعلق گفتگو کی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ ”اس شخص کا معاملہ یہاں نہیں طے ہو سکتا، لیکن ملٹی میں ہو سکتا ہے۔“ میں نے کہا کس طرح؟ انہوں نے جواب دیا ”ڈاکٹر امید کو تو ترغیب دینے کی ضرورت ہے یعنی اسے چند مقدمات دے دو اور وہ خاموش ہو جائیگا۔“ میں نے اس گفتگو کا ذکر ڈاکٹر امید کے سے کیا، انہوں نے بہت عجیب جواب دیا کہ ”یہ لوگ کسی طرح اس بات کو آڑا کیوں نہیں لیتے؟ میں نے ڈاکٹر امید کے متعلق اتنی برائیاں سنی ہیں جو ملک کے دس آدمیوں کی برائیوں سے بھی زیادہ ہیں، اور اخبارات میں گالیوں کی جو بوچھاڑ چلی آرہی ہے، کیا آپ نے گزشتہ ہفتہ کا پرچہ پڑھا ہے؟“

”نہیں اب اس نے کیا لکھا ہے؟“

”وہ آپ کو ہنگامہ پرواز کہتا ہے۔“

”اچھا اب یہ شروع ہوا، لیکن یہ تو تقریباً میری عمر والی سی وطن

دس سال کے پہلے آسٹریلی نام کا آسٹریلیا کا جہاز کولمبو کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا، یہ جہاز تارک الوطیوں کا تھا، اس کے ایک ایک کمرہ میں سولہ سولہ مسافر رکھے جاتے تھے، اس جہاز کو لندن سے یہاں تک پہنچنے کیلئے چالیس روز لگے کیونکہ یہ ہر بندرگاہ پر تارک الوطیوں کو جمع کرتا چلا آتا تھا، اس کا کرایہ پندرہ پونڈ تھا، اور مسافروں کو کھانا ہمیشہ یکساں ملتا تھا، کتے کے بسکٹ اور اوجھڑی۔ کولمبو کا واحد مسافر اتر پڑا، بمبئی تک ریل کے تیسرے درجہ میں اپنی کتابوں کے گٹھوں کے ساتھ روانہ ہوا، اور وہاں ایک حال (عمارت) میں ایسے کھانے پر بیٹھا، جو جہاز کے کھانے ہی کی طرح

”انڈین ایجوکیشنل سروس میں ساڑھے چار سو روپیہ ماہانہ کی تنخواہ میرے لئے شانہ آدنی تھی، لیکن سرکاری ملازمت کر لینے سے مجھے زبان بند رکھنی پڑتی اور میں نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ اپنے فرقہ کی میں کچھ خدمت کروں۔“ آفرین ہے، ایسے شخص پر جس نے اصول کی خاطر اتنی بڑی قربانی کی۔ ایسے شخص کو چند مقدمات کی رشوت دے کر خرید لینا ممکن نہیں۔

ایام گزشتہ کی یاد

ڈاکٹر امید کہتا ہے کہ انسان کیلئے بچپن کے زمانہ کی اچھی یاد اعلیٰ ترین چیز ہے، لیکن ڈاکٹر امید کے بچپن کی ایک یاد یہ ہے کہ ایک مرتبہ تین بچے ایک بندڑی میں سفر کر رہے تھے اسی رات کو یہ ٹول کی ایک چوکی پر پہنچے، وہاں تھوڑا سا پانی مانگا، لیکن انہیں پانی دینے سے انکار کیا گیا، اس قسم کے واقعات کی یاد فراموش ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ بلکہ نئے واقعات سے یہ یاد تازہ ہوتی گئی۔

امریکہ سے واپس آنے کے بعد جب یہ ایک افسر مقرر ہوئے، تو ان کے ماتحت اہلکاران کی میز پر کاغذات پھینک دیا کرتے تھے، اور اگر یہ کبھی ان کے پاس جاتے تو انہیں میز کے قریب آنے سے ان کے ماتحت منع کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ ایک ہوٹل سے نکال دے گئے اور جب یہ تانگہ پر سوار ہوئے تو تانگہ والے نے تانگہ چلانے

سے انکار کیا، مجبوراً ان کے ایک ہم قوم مہار (دھیر) نے تانگہ چلانے کی کوشش کی، تانگہ کا ٹھوڑا بھٹک گیا، اور امید کر زمین پر جا گرے، ابھی حال ہی میں ایک ہندو عجم نے ان کی حمایت بنانے سے انکار کیا، اور اپنی دوکان سے انہیں نکال دیا۔

یہ ایک تعجب خیز بات ہوگی، اگر کسی شخص میں برسوں کی تکلیفوں اور زلزلوں کی برداشت کے بعد شیریں طرز روش کا تھوڑا ہی سا حصہ کم ہو جائے، لیکن ڈاکٹر امید کے تلخ مزاجی نام کو بھی نہیں ہے، البتہ آسانی سے کامیاب ہو جانے والے لوگوں کی طرح ان کا طرز عمل دلفریب نہیں ہے، یہ نفس لامری بلکہ خشک انداز میں آپ کا خیر مقدم کریں گے آپ کو آرام سے بٹھا کر آپ کی ملاقات کا مقصد دریافت کریں گے، اور آپ کو صاف صاف اور قطعی جواب دینگے، آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کا خشک برتاؤ کسی تلخ طبیعت کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ ایسی طبیعت کا نتیجہ ہے جسکی خواہش صرف کتابوں کے ساتھ تنہا رہنے کی ہے۔

ان کا کتب خانہ

انہوں نے دادر میں ایک وسیع بنگلہ بنایا ہے، اس سارے بنگلہ میں صرف ایک ہی کمرہ معلوم ہوتا ہے، یعنی ایک وسیع ایوان جس میں کتابوں کی الماریوں سے روشیں بگنی ہیں یہ تمام کتابیں بہت اعلیٰ سے انتخاب کی گئی ہیں بعض کمیاب اور بہت قیمتی ہیں اور بہت سی امریکہ اور انگلستان میں سخت مفلسی کے عالم میں جمع کی گئی ہیں، ہندوستان کے خانگی کتب خانوں میں میں نے اس کتب خانہ کو بہترین پایا۔ ڈاکٹر امید کے کبھی کبھی خیال کرتے ہیں کہ ان کتب خانہ کو بمبئی لیبیریٹو کونسل کو بطور تحفہ عطا کر دیں، لیکن ہمارے قانون ساز حضرات میں سے کتنے ایسے علم پرور ہونگے جو کھلاڑ کے ”فورس آف دی کراون“ جیسے قدیم اور کمیاب لیکن لا قیمت رسالہ دلچسپی اور مسرت سے پڑھیں گے، کتب خانہ میں آرائش کی صرف دو ہی چیزیں ہیں، مہاتما بدھ کی ایک تصویر اور مہاتما گاندھی کا نصف جسم کا ایک مرمرین مجسمہ۔

ان سے سوال کیا گیا کہ کیا گزشتہ چند سالوں میں اچھوتوں کی حیثیت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی، انہوں نے جواب دیا ”مجھے کوئی ترقی نظر نہیں آتی“ (بقیہ برصا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ وَفَضِّلٌ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام کے ساتھ رواداری

(از مولانا محمد ظفر خان صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کیل)

اسلام نے رواداری کا وہ سبق دیا ہے کہ کوئی مذہب میدان میں آئے اس کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا، لیکن اس برداشت و تحمل کے باوجود اس کا جو شر اس کے مخالفوں کے ہاتھوں رہا ہے، اسے دیکھ کے عبرت ہوتی ہے، دنیا میں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے باوجود برا سلوک کیا جاتا ہے، احسان کا بدلہ ناشکری دیا گیا ہے، دوسرے مذاہب اس وحدانیت کی صحیح تصویر کھینچ ہی نہیں سکے جو اسلام نے کھینچ کے رکھ دی ہے، صحیح دماغ مخالفین کو بھی اعتراف رہا ہے کہ اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس نے توحید کا نہایت مکمل خاکہ کھینچا ہے، بائیسہم یورپ والے اپنی کتابوں میں مسلمانوں کو بت پرست کہتے چلے آئے ہیں۔ انگریزی میں ان کیلئے *Pagan* کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ برعکس نہ نہ نام رنگی کا فور والا معاملہ ہے۔

نمونہ کے طور پر انگریزی زبان کے ناخدا "ٹکسیر کو لیجے، اس میں مسلمانوں کو اچھے رنگ میں نہیں دکھایا گیا، اوٹھیلو نامک میں اوٹھیلو مور کو سیاہ نام کے علاوہ ظالم، سفاک اور محبت سے محرومی ثابت کیا گیا ہے، وہ ذرا سی بدگمانی پر اپنی پوری مثال بیوی ڈسٹمونیہ کو لگا گھونٹ کر مار ڈالتا ہے، شہر نیویارک کی اسٹنٹ پروفیسر انگریزی مس ایلی نرگریس کلارک نے اس کی توجیہ کی ہے جو بجائے خود عذر لنگ ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غریب مسلمان کس قدر بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کے شکار رہے ہیں، یورپ تک اسلام کے متعلق اپنی معلومات درست نہیں کر سکا، یہ عقیدہ بھی وہاں پھیلا ہوا ہے کہ مسلمان مسجد میں سورج کی پرستش اور اسی قسم کی دیگر مذہبوں کے حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مس مذکور نے بتایا ہے کہ تمام یورپ بالعموم اور ہسپانیہ

بالخصوص کی نظروں میں اس خوف و نفرت کے جذبات کے جو ترکوں مور مسلمانوں اور یہودیوں کے متعلق پھیلے ہوئے تھے تین اسباب تھے، عثمانیہ سلطنت بڑی تیزی سے یورپ میں پھیل رہی تھی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سارے یورپ میں پھیلے بغیر نہ رہیگی کہ لپینڈ کی جنگ میں ترکوں کے قدم آگے بڑھنے سے رک گئے۔ اس خوف و ہراس کے دو باعث تھے ایک تجارتی رقابت دوسرے اس نام نہاد بت پرستی کی ترقی۔ تو بڑی وجہ تجارتی رقابت ہی تھی، جو ترکوں اور یورپیوں میں جاری تھی، دونوں مشرق سے اپنے تعلقات تجارت بڑھا رہے تھے، دونوں ایک دوسرے کے جہازوں کو حوالہ اسباب سے لے رہے تھے، لوٹ لیتے تھے، بحیرہ روم سے جو مسافر رنج کے یورپ میں جاتے، وہ ترکوں کے مظالم طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ وہاں والوں کو سناتے اس طرح لوگوں کے دلوں میں ترکوں کے متعلق غلط خیالات جاگزیں ہو گئے، ترکوں نے آیا صوفیہ کے بڑے گرجے کو مسجد بنالیا تھا، جس نے پوپ کے مقدس دل میں تہلکہ ڈال دیا۔ مس صاحبہ کو اس موقع پر یہ نہیں سوچنا کہ جب ہسپانیہ سے مسلمان نکالے گئے، ان کی ہر مسجد کو خالقہ یا گرجا بنالیا گیا ترکوں نے اپنی رعایا کو امن و امان دی لیکن مسلمانوں کو مفتوح ہونے کے بعد کیا ملا، وہ مس صاحبہ کی زبان سے سنئے۔

چارلس پنچم نے زیادہ تر سیاسی وجوہ پر مسلمانوں کو ستایا اس نے اپنی وسیع ہسپانوی سلطنت کے تمام مسلمانوں کو غواہ وہ مور ہوں یا ترک و عرب حکم دیا کہ وہ عیسائی ہو جائیں اس کا عظیم کے لئے دس دن کی میعاد مقرر کی گئی، بلاشبہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اس جبر پر ہتسبہ کے سامنے سرنگوں ہو گئی، یہ رسوم شارع عام یا بازار میں ادا ہوتے تھے، ہزار ہا مسلمانوں کو پادریوں کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑا کیا جاتا اور ان کے ناز و مند سروں پر مقدس پانی چھڑکا جاتا، ایک مور سے

ضبط نہ ہو سکا، وہ بلند آواز سے کہہ اٹھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس پانی کے ایک چھینٹے کے پڑنے سے بھی میرا سر گندہ نہ ہوا۔ اس فقرہ سے ان کے متعلق ایک صفت گھڑ لی گئی، کلمہ کفر کہنے والا مور اور یہ صفت عام طور پر رائج موروں کے ظلم کے عقیدہ کی بنا پر بھی اسی طرح بڑی ہسپانیہ میں عیسائی دفعہ اسلام پر قائم رہنے والے موروں کو عجیب و غریب مضحکہ انگیز لباس پہنا کے شارع عام میں لوٹو بنایا جاتا اور سب کے سامنے لکڑیوں کے گٹھوں سے باندھ کے بعد میں جلایا جاتا، اس کے بدلہ شمالی افریقہ کے علاقہ بربر میں ان عیسائیوں کو جلا کے لیا جاتا جنکو عیسائی ڈاکو جہازوں سے گرفتار کیا جاتا تھا۔ گو یہودیوں کے متعلق بھی یہی سلوک ہوا لیکن وہ چالاک تھے اور سرکشی نہ دکھاتے تھے، وہ مصنوعی طور پر عیسائی ہو جاتے، اور خفیہ طور سے اپنے عقائد پر قائم رہتے، وہ جسمانی تکالیف سے بچ گئے، لیکن ان کے متعلق عیاری و ریاکاری وغیرہ کے خیالات دلوں میں جاگزیں ہو گئے، یہی وجہ ہے کہ مرخٹ آف وینس میں شاید لاکھ لاکھ چالاک و عیاری دکھایا گیا ہے۔

مور کو خدا جانے سیاہ رنگ کیوں سمجھا گیا، انہیں جینی اور سفاک اور قسطنطنیہ سمجھا جاتا رہا ہے، ذرا خیال کیجئے ان غریبوں کو کہیں سے پکڑ لاتے، اور غلام بنا کے رکھتے جہازوں کے پندرے میں کال کوٹھڑیوں میں انہیں بچروں سے جکڑتے، ذرا سی جنبش پر کڑوں سے ان کی کھال اڑھٹ ڈالی جاتی، اور خون سے زمین لال کر دی جاتی، ان کی عورتیں چھین لی جاتیں، ایسی بیرحمانہ حالت میں کیا ان سے فطری مقابلہ کی توقع عقل کے خلاف کہی جاسکتی ہے؟ جب کبھی انہیں موقع ملتا، وہ اس حالت میں بھی اپنے ظالموں پر ٹوٹ پڑتے، انہیں ان کے ہی مظالم کا مزہ چکھاتے، اپنی ظالموں کی سفاکی کا اپنے جسمانی زور سے مقابلہ کرتے، کیا یہ ان کی ظالمانہ طبیعت کو ظاہر کرتا ہے؟ لیکن نہیں۔ ان کی مدافعت ان کیلئے بڑے بڑے نام حاصل کرنے کا باعث ہوئی کوئی ظلم تھا جو ان غریبوں پر عیسائیت کے نام پر نہ ڈھایا جاتا۔ ہاکنس صاحب جو بحری قوت کے مافی باپ سمجھے جاتے ہیں ان کے متعلق مس صاحبہ لکھتی ہیں:-

اس شخص کو امریکہ کے ساتھ "پہلا غلاموں کی تجارت کرنے والا" کا ناپاک خطاب حاصل ہوا ہے، وہ بڑی

کے مذہبی عقائد کے بارے میں غلط بیانی نہیں کریں، اسے وہ گناہ سمجھتے رہے ہیں۔ دنیا کو اسلام جیسے مذہب ہی کی ضرورت ہے۔ جو ہر قوم کو ہر وقت میں اور ہر زمانہ میں مشعل ہدایت دکھائے، اور اسے راہ راست سے ہٹنے نہ دے۔

تذرات

قربانی اور آریہ سماج

۱۲ جولائی کا آریہ مسافر "سناتن دھرم پرچاکر" کا قربانی کے متعلق حسب ذیل نوٹ دیتا ہے کہ "دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ (آریہ سماجی) قربانی یا بلیدان کے بھاؤ (مطلب) کو بھی نہیں سمجھے، خود سوامی دیانند نے لکھا ہے کہ "دھرم یا دیوی طاقت کیلئے سب کچھ قربان کر دینا چاہئے"..... دھرم یا دیوی طاقت کیلئے اپنے آپ یا اپنے کسی مہربان یا دھن سے لئے ہوئے جانور اگر بلیدان کے جائیں تو یہ یگیہ کی منسہ (ایذا) نہیں ہے۔" بلیدان یا قربانی کے متعلق سوامی دیانند بانی آریہ سماج اپنی مشہور کتاب ستیا رتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ "بائبل میں یہ جو سوختنی قربانی کا ذکر ہے یہ بائبل نے ویدوں سے لیا ہے" سوامی دیانند کے اس قول نے معاملہ بالکل صاف کر دیا، اس کی موجودگی میں آریہ سماج کا قربانی کی مخالفت کرنا یقیناً یا اپنی تعلیم سے عدم واقفیت کا اظہار کرنا ہے یا اس کی مخالفت کرنا اور آریہ سماج کو اس کے اعتراف میں عذر نہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اصولوں کی مخالفت کا ایک حد تک عادی بھی ہو چکا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ سوامی صاحب موصوف نے اپنی مشہور تصنیف ستیا رتھ پرکاش میں نکاح بیوگاں کی سخت مخالفت کی ہے اور اس کی بجائے نیوگ اس کا نعم البدل قرار دیا ہے، اب آریہ سماج نیوگ سے تو کوئی بھاگتا ہے مگر نکاح بیوگاں جو اسلامی اصول ہے کیلئے زور دیتا ہے۔

عمل سنی تائید ہونی چاہئے

۱۲ جولائی کا آریہ مسافر لکھتا ہے کہ "اس مقصد کے

اور اس سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں، اپنی جگہ سے اللہ کے خوف کے مارے سرک جاتا ہے، تڑپ جاتا ہے۔ ہم اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے کیسے ہی فقر و فاقہ میں گرے ہوں، مگر اس وقت بھی ہماری مذہبی اور اخلاقی حالت بڑی بڑی ترقی یافتہ قوموں سے لاکھ درجہ بڑھی ہوئی ہے یورپ و امریکہ کے محققوں کے لکچر اس سلسلہ میں پڑھیں۔ انہوں نے صاف کہہ دیا ہے، کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت یورپی تہذیب کے پہلوانوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہے، سیاست میں دیکھ لیجئے، مسلمانوں نے ہمیشہ معاہدوں کی پابندی کی ہے، یورپ نے اکثر معاہدہ شکنی کا ارتکاب کیا ہے مسلمانوں کو اپنے عروج کے زمانہ میں اس کا تلخ تجربہ رہا ہے، موجود زمانہ میں طاقتور عیسائی سلطنتوں نے موقع پڑنے پر معاہدوں کو دی کی ٹوکری میں ڈال کے جمعیتہ الاقوام کو بیکار چیز ثابت کر دیا ہے، لیکن ترکوں کو جن کی مذہبی حالت موجودہ دور کی تلقین کی بدولت اچھی نہیں ہے، جب درہ دانیال کے متعلق اپنی حالت مضبوط کرنے کی ضرورت ہوئی تو وہ جرمنی و اطالیہ کی طرح معاہدہ کو پرزہ پرزہ کر کے اور استحکامات کیلئے خود قدم اٹھانے کی بجائے معاملہ جمعیتہ الاقوام کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ قانون خود اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے، وہ اب کمزور نہیں۔ یہ زمانہ جس کی لاکھی اس کی بھینس کا ہے، اگر وہ تن کے کھڑے ہو جائیں تو یورپ کی کوئی طاقت از خود بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے پر آمادہ نہ ہو، چنانچہ وہ خود بخود درہ دانیال کو قلع بند کر سکتے تھے۔ مگر اسلامی شرافت کا تقاضہ ہے کہ انہوں نے تمام حجت کے لئے دول کے سامنے ان پر مطالبات پیش کر دیئے۔ ترکوں کی اس شرافت اور ایفا عہد کا اور تواضع ان کے حریفوں کو بھی اعتراف ہے کہ یہ ترکوں کی بڑی اعلیٰ ظرفی اور شرافت ہے، کہ وہ مناسب اور باضابطہ طریقوں سے اتنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، جنگ عظیم میں بھی ترکوں نے شرافت اور بہادری کے اعلیٰ جذبات کو ہاتھ سے نہیں دیا، دوسری متحاضم عیسائی سلطنتیں ایک دوسرے پر وحشیانہ مظالم توڑنے پر ذرا نہ جھجکیں۔ انہوں نے جب موقع ملا، دشمن پر جائز و ناجائز طریقہ سے ہاتھ صاف کئے، لیکن ترکوں کی شریفانہ بہادری نے عین میدان جنگ میں حریف سے اپنی خوبیوں کا لوہا منوا دیا۔

مسلمانوں نے کبھی دوسری قوموں کے متعلق اور ان

بڑی رقیب ملکہ الزبتھ کو نذر کے طور پر پیش کرتا جو اسے غذائی کی بدولت میسر آتی تھیں، اسے سر کا خطاب ملا اور انگریزی بیڑا کا پھللا امیر البحر بنا دیا گیا، یہ محض سونے کی بھوک تھی، جس نے عیسائیت کو اس درجہ تک پہنچا دیا۔ اسی سونے کی بھوک نے عیسائیت اور بت پرستی (۹) کو تجارتی رقابت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ اسی رقابت نے وہ تعصب پیدا کیا، جس نے وہ مظالم ڈھائے، جن سے زمین اب بھی کانپ جاتی ہے، ہاکنس کو سپانیوں پر دست درازی کی وجہ سے مذہبی پارسا کا لقب دیا گیا، یہ خیالات تھے جنہوں نے شکسپیر پر اپنا اثر کیا، اور اس نے اپنے متعدد ڈراموں میں موروں اور ترکوں پر سب و شتم کی ہے لیکن شکسپیر اپنی اس نفرت کے باوجود اوتھیلو کے اس اعلیٰ ظرف اور حوصلہ مند طبیعت کو پوشیدہ نہیں رکھ سکا، جو اس نے ڈیڈ مون کو غلطی سے مار ڈالنے پر ندامت محسوس کر کے اپنے آپ کو خونی اور قابل ہزا قرار دینے میں ظاہر کی ہے اور پھر اسی جوش میں وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالتا ہے۔ شکسپیر اپنے زمانہ کی غلط بیانیوں کا تاثر دہ نہیں بکھیر سکا، کیونکہ اسے اس کا خیال ہی نہیں آیا، البتہ اس نے ہمیں سبق دیا کہ حرص سے ناروا داری پیدا ہوتی ہے۔ ناروا داری مذہبی ایذا رسانی کا باعث ہے اور یہ مذہبی ایذا رسانی انتقام کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

جب سے مسلمان مبلغوں نے یورپ و امریکہ میں کام شروع کیا ہے، انہیں یہ غلط بیانیوں اور رنگ آمیزیاں بہت رنج اور تکلیف دیتی رہی ہیں، جب حریف کے سامنے کسی چیز کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے، لیکن اس کے دل میں اس کے متعلق نفرت و حقارت بھری ہو اور اس کی بدظنیاں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں، تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ مبلغ کا کام کس قدر مشکل ہو جاتا ہے، دل کی نجاست نکالنا بڑا ہی مشکل کام ہے، اسی حالت کی طرف قرآن پاک میں جگہ جگہ اشارے کئے گئے ہیں، کہ ایسے مکرانوں کو ہدایت دینا کسی بندہ کے بس کا رنگ نہیں اور رسول پر صرف پیام پہنچا دینا فرض ہے، وہ نگران نہیں کہ اثرات کو دیکھتا رہے، یا لوگوں کی کج فہمیوں پر غم کرتا اور جی کڑھاتا رہے، یہ لوگ گونگے، بہرے اور اندھے ہیں، ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں، پتھر پھر بھی کسی مصرف کا ہے

ہندو دھرم اور عورت

اسلام عورت کو جس احسن طریق سے نوازتا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے، ایک مسلم عورت والدین کے گھر سے بھی جائیداد کی حصہ دار ہے، اور خاوند کی جائیداد سے بھی حصہ پانے کی حقدار ہے، اسلام فخریہ ایسی مثالیں پیش کر سکتا ہے، کہ مسلم خواتین اور توادور شاہی تخت پر بھی متمکن رہی ہیں، مگر ہندو دھرم کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتا، بلکہ ان کے گریختوں میں یہ لکھا ہے کہ

ڈھول گنوار شور پشوناری
یہ سب تارن کے ادھیکاری

یعنی۔ ڈھول، گنوار، شور، حیوان اور عورت یہ اسی قابل ہیں کہ ان پر سختی ہوتی رہے،

جنوبی ہند میں جو دیو اسی رسم کا رواج ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں نے بیچاری بیکیں عورتوں کو کس درجہ تک پہنچایا ہے، مگر پھر تعجب یہ ہے کہ آریہ سماج سے آئے روز اسلام کے منہ آتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں عورت کی کوئی قدر نہیں، اپنی آنکھ کے شہتیر سے بے پرواہ ہو کر دوسرے کے وہی تنگ پر انگشت نما ہونا اسی کو کہتے ہیں۔

مذہبی سکھوں کا مطالبہ

۹ جولائی کا پرتاب لکھتا ہے کہ ”مذہبی سکھوں کا ایک عظیم الشان دیوان فتح گڑھ شکرچک میں زیر صدارت سردار چرن سنگھ تنگ منعقد ہوا، جس میں ایک ریزولوشن پاس کر کے دربار صاحب اور شرمینی اکالی دل سے درخواست کی گئی کہ وہ مذہبی سکھوں کیلئے پنجاب اسمبلی کی تین نشستیں چھوڑ کر باقی حلقوں میں اپنے امیدواروں کو کامیاب بنانے کا جتن کرے۔“ واقعات بتلائیں گے کہ کہلانے والے اونچی ذات کے سکھ مذہبی سکھوں کو ان کا یہ جائز حق کہاں تک دیتے ہیں، حالانکہ مذہبی سکھوں کو تین نشستیں دیکر سکھوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ اسمبلی میں جا کر وہ مذہبی سکھ سکھوں کی ہی مضبوطی کا باعث بنیں گے، اگر سکھوں نے مذہبی سکھوں کے اس واجب مطالبے کو نہ مانا، تو پھر وہ

حصول کیلئے یہ مسلمان دوست طرح طرح کی چالیں چلیں گے ہیں کبھی وزیر تعلیم صوبہ سرحد کی طرف سے ہندی وگورکھ کش سرکر جاری ہوتا ہے، ہندو اور سکھ بہتیرا چنچ چلا چکے ہیں کہ ہماری تمام سمجھا دہندیب کا انحصار ہمارے لڑیچر پر ہے، اگر ہمارے لڑکے ولڑکیاں ہندی وگورکھ سے محروم رکھے جائیں گے تو ان میں لاندہیت آجائے گی۔“ اگر اردو پڑھنے سے واقعی لاندہیت آجاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ آریہ مسافر بجائے ہندی کے اردو میں شائع ہو رہا ہے، کیوں نہیں وہ ہندی میں شائع ہوتا ہے اور اردو میں شائع ہو کر آریہ سماج کو کیوں لاندہی کی تعلیم دے رہا ہے زبان سے تو اردو کی مخالفت کرنا مگر عمل سے اپنی اخبارات کو اردو میں شائع کرنا یہ... محض جذباتی باتیں نہیں تو اور کیا ہے؟ جس میں محمولیت کو ذرا بھی دخل نہیں۔

سکھوں کی سیدہ زوری

۱۰ جولائی کا پرتاب لکھتا ہے کہ ”کراچی میں سنٹرل پولیس سٹیشن کے سکھوں اور مسلمانوں میں فساد ہوتے ہوئے رہ گیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سکھ عورت نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور وہ ایک مسلمان کے ساتھ آباد تھی، سکھوں نے ہندوؤں کی امداد سے عورت کو مسلمان کے گھر سے نکال لیا، اور پولیس سٹیشن میں لے آئے، پولیس سٹیشن کے سامنے لاکھٹیوں، تلواروں اور کربانوں سے مسلح ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کا ہجوم ہو گیا، لیکن پولیس اسے منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئی، عورت نے اپنی رضا مندی سے اسلام قبول کیا، اور وہ ایک مسلمان کے گھر میں بطور بیوی آباد ہے، لیکن سکھوں اور ہندوؤں کا دھوا کر کے زبردستی عورت کو نکالنا یہ کہاں کا انصاف ہے، اگر اسی طرح ایک دوسرے پر زبردستی کی جائے تو امن کیسے رہ سکتا ہے، اگر سکھوں اور ہندوؤں کو کوئی شکایت تھی تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ بچا قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے عدالت کا دروازہ کھٹکتا یہ عینہ زوریاں کبھی بھی خوشگوار نتائج پیدا نہیں کر سکتیں اور یہ امن کے تباہ کرنے کا موجب ہیں، سکھوں اور ہندوؤں کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے،

واضح ہو جائے گا، کہ سکھ مذہبی سکھوں کے کہاں تک ہمدرد ہیں، اور مذہبی سکھ بھی اسے بہتر سمجھ سکیں گے کہ ایسی سوسائٹی سے وابستہ ہونے سے انہیں کہاں تک تمدنی اور معاشرتی حقوق مل سکتے ہیں۔

کیا یہ درست ہے؟

۵ جولائی کا پرتاب لکھتا ہے کہ ”رشی دیانند نے اگرچہ یہ زبردستی اچھا (خواہش) پرگٹ (ظاہر) کی تھی کہ آریہ سماج کا ایک ایک ممبر بذات خود ایک پرچار (مبلغ) ہو اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب بھلی بھانت (عمدی سے) دے سکے۔ مگر اب ہم دشوا سوں میں (یقین میں) ڈھیلے ہو رہے ہیں، ہم اپنے سدھانتوں (اصول) سے واقف نہیں ہیں۔“ بہر حال یہ آریہ سماج کے ایک واقفکار کی رائے ہے، کوئی وجہ نہیں کہ میں اس پر شک کروں مگر آریہ سماج کو یہ سوچنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ انکی دھارمک اوستھا (دینی حالت) دن بدن کمزور ہو رہی ہے، اس کی ایک بھاری وجہ یہ بھی ہے کہ آج تک آریہ سماج نے ویدوں کے تراجم میں غیر معمولی سستی سے کام لیا ہے حالانکہ آریہ سماج کے پاس بڑا تر روپیہ کی کمی ہے، اور نہ ودوانوں کی ہی، پھر تعجب ہے کہ آریہ سماج لوگوں کے سامنے ویدوں کے تراجم کیوں نہیں رکھتی؟ ویدوں کی تعلیم سے آپ اپنے آدمیوں کو آگاہ نہ کریں، اور پھر یہ گلہ ہو کہ آریہ لوگ اپنے مذہبی دشوا س میں ترقی نہیں کر رہے، اگر آپ ان کی ترقی کے جوہاں ہیں، تو جلد ہی حلد ویدوں کے تراجم بلیک میں لائیں

اچھوت اور ہندو

۵ جولائی کا پرتاب لکھتا ہے، کہ سناتن دھرم کا ایک طبقہ تو ایسا ہے، جو اچھوت اور دھار کے حق میں ہے، اور اس کے لئے تقویرا بہت کام کر رہا ہے، لیکن وہی قدامت پسند دوسرا طبقہ اچھوت اور دھار کا نام سنگر کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے، اور اپنے روشن خیال بھائیوں کو سناتن دھرم کی آڑ میں گالیاں دیتا ہے ”سناتنوں کا اچھوت اور دھار کی مخالفت کرنا ایک قدرتی امر ہے کیونکہ ان

ذمہ داری صرف سکھوں، مسلمانوں بلکہ ہندوؤں پر بھی عائد ہوتی ہے، مسجد شہید گنج پر قبضہ حاصل کرنے کیلئے صرف دو طریق ہو سکتے تھے، ایک سکھوں کے ساتھ سمجھوتہ، دوسرے قانونی کارروائی، اور سکھوں کا یہ قصور ہے کہ انہوں نے ۔۔۔۔۔ اس مسجد کو جو بلاشبہ کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں تھی، اور ان کا معبد تھا، اور ویسے بھی بحیثیت گزشتہ زمانے کا بہترین فن تعمیر کا نمونہ ہونے کے اس کا قیام واجب تھا، سکھوں نے ایسے وقت میں گرایا، جبکہ مسلمانوں کے جذبات پوری طرح بھڑکے ہوئے تھے، اور ہندوؤں کا قصور یہ ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ دونوں میں بڑ کر سمجھوتہ کی کوئی باعزت راہ پیش کرتے، وہ ایک رنگ میں فریق ثانی ہی بن گئے اب بھی اگر یہ ہر قوم اس کے سمجھوتہ کی کوئی باعزت راہ نکال سکیں، تو یہ ملک کی عین خوش قسمتی ہوگی۔

سمجھوتہ کی بعض صورتیں

باعزت سمجھوتہ کی کئی ایک صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اگر سکھ صاحبان وسعت قلبی سے کام لیں اور یہ مسجد یا مسجد کی جگہ مسلمانوں کے حوالہ کر دیں تو یقیناً وہ ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کو اپنا بہترین ممدرد اور خیر خواہ بنا سکتے ہیں، اگر یہ صورت نہ ہو تو اس جگہ کا احترام قائم رکھتے ہوئے، سکھ دوسری جگہ مسلمانوں کیلئے کوئی مسجد بنوادیں، اگر یہ بات بھی نہ ہو سکے تو پھر تیسری صورت یہ ہے کہ اس جگہ کو بالکل خالی چھوڑ دیا جائے ۔۔۔۔۔ یہ صحیح ہے کہ سکھوں نے بھی اسی ملک میں رہنا ہے، مسلمانوں نے بھی اور ہندوؤں نے بھی، اور رہنا بھی دیوار بہ دیوار اور پہلو بہ پہلو، تو پھر کیا ہے کہ باہمی محبت اور پیار سے نہ رہا جائے، ورنہ اس کبیدگی نے تو ہر ایک کی زندگی کو تلخ کر دیا ہے، اور یہ تلخی آئے روز جو ناگوار نتائج پیدا کر رہی ہے وہ عیاں را چہ بیاں، بہتر یہ کہ ہم تھوڑی دیر کیلئے جذبات سے الگ رہ کر معقولیت سے با امن زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں اگر ہم ایسا کر سکیں تو بہت جلد باعزت سمجھوتہ کی راہیں نکل سکتی ہیں۔

ایڈیشن چھپ نہ سکا، پہلے ایڈیشن کی دفتر میں ایک ہی کاپی تھی جو ادھر ادھر ہو گئی، اگر کوئی صاحب اس کے پہلے ایڈیشن کی کاپی عنایت فرما سکیں تو خاص طور پر قابل شکر یہ ہوگا، دوسرا ایڈیشن لکھوانے کے بعد نہ صرف یہی کہ یہ کاپی انہیں واپس کر دی جائے گی، بلکہ ساتھ ہی اس کے نئے ایڈیشن کی ایک جلد کاپی ان کی خدمت میں مفت پیش کی جائے گی۔

سرحد کے ہندو

۵ ارجوانی کا پرتاپ سرحد کے ہندوؤں کا ایک مکتوب بعنوان "افغانستان اور سرحد کے پار علاقہ میں ہندوؤں اور سکھوں کی قابل رحم حالت" شائع کرتا ہے، جن کی حسب ذیل طور خاص طور پر قابل غور ہیں "ہم (ہندو سکھ) مدتوں سے ان دیہات میں پر امن طور پر رہتے آئے ہیں، ہم نے وہاں کاروبار بنایا ہوا ہے، پٹھانوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں، پٹھان درحقیقت بہترین پڑوسی تھے۔۔۔۔۔ پٹھان ادائیگی کے لحاظ سے بہترین آدمی تھے" یہ سطور پٹھانوں کی رواداری اور وسیع القلبی کی منہ بولتی تصویر ہیں، اس پر کسی حاشیہ لانی کی ضرورت نہیں۔ دو سو پٹھانوں کے درمیان ایک ہندو اتنا ہی خوش تھا جتنا کہ وہ امرت سر میں رہ کر خوش رہ سکتا ہے، کیونکہ پٹھان نہ صرف یہی کہ اس ہندو یا سکھ کی تجارت کے بڑھانے اور پھیلنے پھوٹنے کے عملی رنگ میں ذمہ دار تھے، بلکہ وہ اس ہندو کی جو اس گاؤں میں ان پٹھانوں کے طفیل ہی سرمایہ دارانہ حیثیت رکھتا ہے، اس کی جان و مال کے بہترین محافظ تھے، کسی کی کیا طاقت جو اس کیلئے ہندو کی طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھ سکے، مگر اب جو تعلقات میں کشیدگی پائی جاتی ہے، اس کی ذمہ داری کس کے سر پر ہے وہ بھی اسی مراسمہ نگار کے ان الفاظ سے منہ عیاں ہے، وہ لکھتا ہے کہ "اس رقبہ میں فرقوں کے تعلقات کشیدہ کرنے کیلئے شہید گنج کا قضیہ ذمہ دار ہے" مجھے افسوس ہے کہ شہید گنج کے معاملہ نے طرفین کے تعلقات کو نہایت ہی خراب بنا دیا اور کم از کم پنجاب کے امن کو بہت حد تک مخدوش کر دیا، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسکی

گرتھ منو سمرتی وغیرہ انہیں یہی تعلیم دیتے ہیں، اور جب تک منو سمرتی اور اس کی تعلیم موجود ہے، سناتیوں سے اچھوت اور دھار کی امید رکھنا خیال است و محال است و جنوں اچھوت اور دھار کا پہلا قدم یہ ہے کہ منو سمرتی اور دیگر سمرتیاں جن میں شودروں اور اچھوتوں کیلئے لڑہ خیر احکام درج ہیں، انہیں دور کیا جائے، اور ان کا دور سونا آسان نہیں، اور اگر آریہ یا سناتیوں کے دل میں اچھوتوں کی کچھ بھی ہمدردی ہے، تو انہیں اچھوتوں کو یہ مشورہ دینا چاہئے، کہ وہ جلد سے جلد مسلمان ہو جائیں، جہاں ان کی مشکلات کا حل موجود ہے، کیونکہ اسلام کی بنیاد نیشٹلی پر نہیں بلکہ بیومنیٹی پر ہے، اور اگر حکم عند اللہ اتفاقاً اس کا ماٹو ہے۔

ست ایڈیشن کی ضرورت

آج سے آٹھ دس سال قبل ایڈیٹر صاحب شیر پنجاب کی ایک مایہ ناز تصنیف کے جواب میں میں نے ست ایڈیشن نامی ایک کتاب لکھی تھی، جس پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ الخیر نے یہ ریویو فرمایا تھا۔ "مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی کتاب ست ایڈیشن میں نے پڑھی ہے، مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی، اور اس کے ختم کرنے پر قلب میں نہایت شکست پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اس کے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ بابائنا تک صاحب رحمت اللہ علیہ ضرور مسلمان تھے، اور دل اس پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائیگی، اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں بھی تقسیم کرے گی، دس کتب آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں اور قیمت مجھ سے وصول کر لیں" الحمد للہ! یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا، اس کے بعد میں قرآن شریف کے تراجم میں مصروف رہا۔ دوسرا

کیا ہم واقعی ایسے ہیں؟

۱۵ جولائی کا پرکاش لکھتا ہے کہ "ذرا سوچئے کہ مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کیلئے کس قدر جذبہ ہے، جو اپنا پیٹ کاٹ کر کی گئی پخت کو اشاعت اسلام کیلئے خرچ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں..... وہ تبلیغ کے کام میں کیوں کامیاب ہو رہے ہیں اس کی جہاں ایک وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی ہمت سے بڑھ کر اس کام میں مدد دیتے ہیں، وہاں یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک ایک بشر بذات خود ایک ایک مشنری ہے، وہ اسلام کے متعلق کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔" مجھے یہ کہہ دینا چاہئے کہ یہ پرکاش کے ایڈیٹر مہاشہ کی محض خوش فہمی ہے، دور کے ڈھول ہمیشہ ہی سہانے معلوم ہوا کرتے ہیں قرآن مجید کے ہندی ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورکھی سیرت کی ضرورت آج سے نہیں بلکہ صدیوں کے محسوس ہو رہی تھی، اور یہ کام یقیناً ایک واحد شخص کا نہیں بلکہ قوم کا تھا، مگر ایک نو مسلم جو اپنے اندر نسبتاً ملی حس اور جذبہ زیادہ رکھتا ہے کیونکہ اس نے اپنی پسندیدگی سے اسلام کو قبول کیا ہوتا ہے، اس مقدس جذبہ کے ماتحت میں نے قرآن مجید کے ہندی ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورکھی سیرت جیسے عظیم الشان کاموں کا بار اپنے نحیف کندھوں پر لیا، اس میں مسلمانوں نے کہاں تک مدد کی اسے وہ خود بہتر سمجھ سکتے ہیں، ان کا رہا سے نمایاں کی تکمیل نے مجھے قرضہ کے بوجھ کے نیچے دبا دیا۔ ایک مسلم انجمن کو اسلام کا ہمدرد سمجھ کہ میں نے اس انجمن کے ٹرسٹیوں کی خدمت میں ایک درخواست کی کہ میرا مکان جو نور بلڈنگ کے نام سے موسوم ہے، اسے رہن رکھ کر اس کی اصل قیمت سے مجھے صرف ۱۰ حصہ قرض اس غرض کیلئے دیا جائے تاکہ میں اس قرضہ کے بوجھ سے جو میری کسی فضول خرچی کا نتیجہ نہیں بلکہ تبلیغ اسلام کے بہترین کار ہائے نمایاں کے انجام دینے کی وجہ سے ہوا ہے سبکدوش ہو سکوں اور میں انشاء اللہ ایک سال تک یہ قرضہ ادا کر دوں گا چاہئے تو یہ تھا کہ یہ صاحبان بغیر رہن رکھے ہی اس کا خیر میں سری مدد کرتے مگر یہ سنکر یقیناً تعجب ہو گا کہ میری

دو تین یاد دہانیوں کے باوجود بھی کوئی جواب نہ دیا گیا، اس طرف سے یلوس ہو کر میں نے اللہ کے حضور دعا کی جس نے غیبی مدد سے مجھے کافی حد تک قرضہ سے سبکدوش کر دیا اور ایسے رنگ میں کیا کہ کسی کا مجھ پر کوئی احسان نہیں اور باقی قرضہ کیلئے بھی مجھے درگاہ انزوی سے پوری پوری توقع ہے کہ وہ بغیر کسی شخص یا انجمن کے احسان کے سبکدوش فرما دیگا، کیونکہ یہ قرضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور اسلام کا نام بلند کرنے کیلئے اٹھایا گیا ہے کسی اپنی ذاتی غرض کیلئے نہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کو نہ صرف یہی کہ رسوائی سے بچاتا ہے بلکہ حسنت دارین کا وارث بناتا ہے۔ ہاں یہ میری یا مسلمانوں کی آزمائش ہے غور کرنے والوں کیلئے یہ کیا کچھ کم معجزہ ہے کہ اس نے محض اپنے کرم سے ایک بے در، بے زر، بے پر انسان سے قرآن مجید کے ہندی اور گورکھی تراجم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورکھی سیرت کی خدمت کا کام لیا جو سیکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں سے بھی مسلمانوں سے نہ ہو سکا حالانکہ مسلمانوں میں بڑے بڑے امرا بھی ہیں اور بڑی بڑی انجمنیں بھی مگر خالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشہ خدا سے بخشنده

دعا کا معجزہ

۱۵ جولائی کا پرکاش لکھتا ہے کہ "پندرہ امام باڑہ ہسپتال میں ایک معجزہ دیکھنے میں آیا، ایک بائیس سالہ اوریا کشتیر نا تھ قلم جوٹ میں ملازم تھا، ایک حادثے سے اسکی پنڈلی ٹوٹ گئی، مئی کے تیسرے ہفتے میں اسے ہسپتال پہنچایا گیا وہاں ایکس رے سے معائنہ ہوا، ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کے بغیر کام نہ چلے گا، چنانچہ آپریشن کا دن مقرر کیا گیا، لیکن وہ سچر ڈروپک تھا، رات وہ اپنی چارپائی لیکر ہسپتال سے باہر میدان میں بیٹھ گیا، اور ساری رات ایستور (خدا) سے پرارتھنا (دعا) کرتا رہا، کہ میرا مرض دور ہو جائے، صبح کے وقت نیند غالب آگئی اور سو گیا جب اٹھا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ وہ شخص

مارے خوشی کے کود رہا تھا، پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سوتے وقت کسی شخص نے اگر اس کی پنڈلی کو چھوا اور بھلا چنگا ہو گیا، ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا اور فیصلہ دیا کہ اب وہ بالکل تندرست ہے۔" مسلمان تو دعا کے بھی قائل ہیں اور معجزے کے بھی، اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک کی مدد ہے، اس لئے ان کے واسطے یہ نتیجہ کوئی تعجب کا موجب نہیں، ہاں تعجب ہونا چاہئے۔ پرتاپ کے مالک اور ایڈیٹر کو جو اپنے مذہب کی رو سے نہ معجزے کے قائل ہیں، اور نہ دعا کے، کیا اس واقعہ کی موجودگی میں آریہ لوگ اپنے اس مذہبی سدھانت (دھرم) اور اس سے پیدا شدہ رائے کو تبدیل کر سکیں گے؟ یقیناً اب انہیں اپنی رائے تبدیل کرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہئے، کیونکہ پرتکس (امرواقعہ) کے لئے پرمان (دلیل) کی ضرورت نہیں، آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

جناب فضل حسین صاحب مرحوم کا تدبیر اور مضبوط رائے

سرفضل حسین صاحب مرحوم جنکی وفات درحقیقت قومی صدمہ ہے اور لطافہ حسن کی تلافی مشکل نظر آ رہی ہے کا ذکر میں اپنے گزشتہ پرچے میں کر چکا ہوں، قریباً چودہ پندرہ سال کا عرصہ ہونیکو سے کہ میں نے اپنی مشہور تصنیف "بابائنا کج کا مذہب" نامی اپنے کرمفرما جناب میاں شمس الدین خان صاحب مرحوم ریڈر ڈی اے سی کے توسط سے جناب سرفضل حسین صاحب مرحوم کی خدمت میں بھیجی تھی، اس کتاب کے پڑھنے پر آپ نے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا کہ میں نے کتاب بابائنا کج کا مذہب نامی کو پڑھا، مصنف صاحب شیخ محمد یوسف صاحب میری طرف سے اس کتاب کیلئے بہت بہت شکریہ ادا کر دیں میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب پنجاب میں ایک کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔" مرحوم کی یہ قابل قدر رائے کسی تشریح کی محتاج نہیں اگر سکھ مذہب کے متعلق اس بہترین تصنیف کو پنجاب میں نہایت وسیع پیمانہ پر شائع کیا جاتا، اور اسکا گورکھی ایڈیشن بھی شائع ہو جاتا، تو یقیناً آج پنجاب کا نقطہ نگاہ مختلف ہوتا، اگر اب بھی مسلمان ہمت کریں، اور اس کتاب کو وسیع پیمانہ پر شائع

جناب سرفضل حسین صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر

امیرن کی فضول خرچیاں

آج کل سوشلزم کا بہت چرچا ہے، لوگ امیروں کے خلاف ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تمام دنیا کے لوگوں میں دولت یکساں تقسیم ہو جائے، یہ نہ کبھی ہوا نہ ہوگا، فرق ضرور رہے گا چاہے تھوڑا ہو یا بہت۔ باوجود اس کے ہم سوشلسٹوں کو بھی کوئی الزام نہیں دے سکتے ہیں۔ امیر لوگ جس بیدردی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں اس کو دیکھ کر ہر شخص کو یہ خیال آجاتا ہے کہ اس سے روپیہ کھوٹ لیا جائے تو ہی بہتر ہے، اگر یہ لوگ روپیہ کا مناسب استعمال کریں اور اپنی خواہشات کو ایک حد میں رکھیں تو غالباً کسی کو ان کی دولت پر حسد نہ آئے۔

بمبئی میں چھتر ہزار کی موٹر

ایک بار میں نے بمبئی میں ایک موٹر دیکھی جس کے متعلق بتلایا گیا کہ ایک شخص نے مالدار باپ کے مرجانے کے بعد اس کی باڈی کو ۷۵ ہزار روپیہ خرچ کر کے بنوایا۔ موٹر کی قیمت علیحدہ رہی۔ ہمارے ملک کے مہاراجگان جب ولایت جاتے ہیں، تو ان کے اخراجات کو دیکھ کر انگریزی انگشت بندناں رہتے ہیں، لاکھوں روپیہ ایک سفر میں خرچ کرتے ہیں۔ ہزار ہا روپے ہوٹلوں کے ملازموں کو انعام میں مل جاتے ہیں، خود وہاں کے لوگ بھی کم نہیں ایک ایک پرانی تصویر پر یہ لوگ ہزار پونڈ خرچ کر کے اپنے پاس رکھنے کا فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کی عورتیں ہزاروں اور لاکھوں کے زیورات پہنتی ہیں، امریکہ زیادہ مالدار ہے وہاں کے امیروں کے خرچ لاکھوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

سات سو روپیہ کا بوٹ

ایک بار امیر خاوند نے اپنی جیتی بیوی کے واسطے ایک خاص بوٹ بنوایا جس کی قیمت سات سو روپیہ تھی اس کی چائے پینے کے واسطے ایک ٹیبل کلا تھ بنایا گیا، جسکی قیمت ساٹھ ہزار روپیہ تھی۔

سواتین لاکھ کے کپڑے

ایک بار ایک اخبار میں امریکہ کی کرڈیتی عورت کی پوشاک کا سالانہ خرچ

صرف سواتین لاکھ روپیہ ہے، مگر یہ سچاس سال کی باتیں ہیں۔
چھتر ہزار روپیہ کی جوتی

تھوڑے دن ہوئے ایک انگریزی اخبار میں چھپا کہ جنوبی امریکہ کی ایک عورت نے پیرس میں نایچ کی جوتی (ڈاننگ شو) ۴۰۰ پونڈ یعنی قریب چھتر ہزار کو خریدی، ایسی جوتیاں بنانے والا پیرس میں صرف ایک شخص ہے جو بڑا مالدار ہے، مگر جوتی خاص طرز و مصالحہ کی خود اپنے ہاتھ سے بناتا ہے، نہ اس کا کوئی شاگرد ہے نہ کوئی ملازم ہے، ایسے شخص کے ہاتھ کی جوتی کی جو قیمت ہو تھوڑی ہے، آپ ان کے زیورات کی منسلک، لوگ سمجھتے ہیں کہ زیورات کا ہندوستان میں ہی رواج ہے، بے شک یہاں عورتیں ہونا پہنتی ہیں، جس کی قیمت ہمیشہ قائم رہتی ہے، جو گل ستر نہیں سکتا مگر وہاں جواہرات کا زیادہ رواج ہے، امیر عورتوں کے پاس ہزاروں لاکھوں کے جواہرات ہوتے ہیں، اور میڈم کے پاس ۳۵ لاکھ کا ہے۔

میڈم ٹالین کیوری کے پاس پندرہ لاکھ کے جواہرات ہیں، چین کی ایک ناچنے والی گوریو کے ۲۳ لاکھ کے جواہرات ایک اخبار میں لکھے تھے، بنارس میں ایک ناچنے والی نے اپنے گھر کے اوپر چاندی چڑھوا دی تھی، جو کہ پھر کمیٹی کے حکم سے اتروا دی گئی، وہ سمجھتی تھی کہ دنیا میں سب سے زیادہ میں نے کمایا ہے، مگر اس وقت ایسی ناچنے والی امریکہ میں ہیں، جو ایک مہینہ میں لاکھوں روپیہ سینا میں کمالیتی ہیں۔

زیورات، کپڑوں کے خرچ کو ایک طرف چھوڑ کر امیروں کی عیاشی کی طرف خیال کریں تو روٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک بار میرے پاس ایک سردار صاحب کا آدمی اس کو لڑکے کی شادی پر بھاجی لے کر آیا، میں نے اس سے پوچھا، سناؤ کیا بیاہ ہوگا، اس نے کہا، سردار صاحب فرماتے تھے کہ شراب کی ندی بہاؤنگا۔ سنا تھا، ایک امیر زادہ نے ولایت میں ایک عورت کو یکدم ۵ لاکھ کا چک کاٹ دیا۔ پیرس وغیرہ میں ایسے ہوٹل جہاں ایک وقت کھانے کا خرچ پندرہ پونڈ ہوتا ہے، اور اگر عیاشی کے اڈوں پر چلے جائیں تو امیر لوگ ایک رات میں ہزار ہا بلکہ لکھوں کا اڑا دیتے ہیں۔

بڑے امیروں کو چھوڑ کر چھوٹے امیروں کو بھی دیکھ لو

اپنے ارد گرد نگاہ ڈالو۔ یہ لوگ کس قدر روپیہ فضولیات میں خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر دان مانگنے کوئی جاوے یا کسی اچھے کام کے واسطے کوئی سبھا سوسائٹی اپیل کرے تو سو سو ستاتے ہیں۔ امیر گھرانوں کی عورتیں مردوں سے مساوات کا دم بھرتی ہیں۔ مگر سوائے بناوٹگار کے ان کو اب کوئی کام نہیں رہا ہے، سب کام کر نیوالے ملازم اور ملازمہ موجود ہیں، ان کو سارا دن کام کپڑے اور زیورات سنوارنا رہ گیا ہے۔

ایسی باتیں دیکھ کر ہی سوشلسٹ پیدا ہوتے ہیں ورنہ کون صحیح دماغ ایسا شخص ہے جو کہ ہر ایک امیر کو یہ کہے کہ تم بھی غریبوں کی طرح زندگی بسر کرو، اور ان کو ایک حد تک دوسروں سے بڑھ کر آرام ضرور ہو مگر حد سے بڑھنے سے نہ خدا راضی نہ خلقت راضی۔ تبھی تو مشہور ہے کہ ”لوگوں راج تے راجوں نرک“ یوگنیٹک پش راج اور امیری حاصل کرتے ہیں اس کے بد استعمال سے نرک میں پڑتے ہیں۔ (ماخوذ)

عزت کی زندگی قوت پر منحصر ہے

آج تمام دنیا دور انقلاب سے گزر رہی ہے کوئی قوم اور کوئی ملک اپنی موجودہ حالت اور اپنے مستقبل کی طرف سے مطمئن نہیں ہے، خصوصیت کے ساتھ یورپ کے طریقہ جہانگیری اور طرز جہان بینی نے تمام مشرقی قوموں کو یقین دلادیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں ”عدل و انصاف“ بے معنی الفاظ ہیں اور ”آزادی“ ایک ایسی نعمت ہے جس میں یورپ کے خیال میں مشرق کا کوئی حصہ نہیں آج انصاف اپنی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جو مضبوط و صاحب قوت ہیں، اور آزادی انہی قوموں کی تسلیم کیجاتی ہے، جو اس کو اپنے زور بازو سے حاصل کرنے کی قوت رکھتی ہیں، جو قوم طاقت نہیں رکھتی، وہ نہ صرف آزادی کی نعمت سے محروم رہتی ہے، بلکہ غیر مہذب و نیم وحشی بھی سمجھی جاتی ہے،

موجودہ عہد میں واقعات نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ”تہذیب“ نام ہے ”قوت“ کا، جو

قوم صاحب قوت ہے وہ مہذب ہے اور جو کمزور و بے استطاعت ہے وہ غیر مہذب و نیم وحشی ہے مثلاً جنگ روس و جاپان سے پہلے جاپان کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، نہ وہ یورپ کی طرح مہذب و شائستہ سمجھا جاتا تھا لیکن جب اس نے روس جیسی زبردست سلطنت کو جس کا دبہ سارے یورپ میں تھا میدان جنگ میں ناقابل تلافی شکست دی تو وہ مہذب و شائستہ سمجھا جانے لگا اور یورپ کی بڑی بڑی باجبروت حکومتیں اس سے دوستانہ معاہدہ کرنے کی تدبیریں مصروف ہو گئیں اس واقعہ نے یورپ کی ذہنیت دنیا پر واضح کر دی کہ وہ صرف قوت و طاقت کے سامنے سر جھکاتا ہے، کمزور قوم اور ملک کے ساتھ انصاف کرنا پسند نہیں کرتا۔

جنگ روس و جاپان کے بعد یورپ کی ”جنگ عظیم“ نے یہ حقیقت اور زیادہ روشن کر دی کہ زبردست اور صاحب قوت قومیں کمزور قوموں کے ساتھ کس طرح سلوک کرتی ہیں، اور جو لوگ تہذیب و شائستگی پھیلانے اور قوموں کو آزاد کرانے کی مدعی ہیں، وہ جنگ کے زمانہ میں دوسری قوموں کی آزادی سلب کرنے اور انہیں اپنا غلام بنانے کیلئے عدل و انصاف کے سارے قوانین کو کس طرح معطل کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے تازہ مثال ہمارے سامنے ”حبشہ“ کی ہے، جو ایک آزاد ملک تھا، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا تھا کہ اسکو آزادی سے زندہ رہنے کا موقع دیا جائے، لیکن اس کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ کمزور تھا، اس لئے اس کو اپنے ملک کے اندر بھی آزادی سے زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ اس بیسیویں صدی میں جو تہذیب و شائستگی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے، ایک زبردست حکومت مہذب ہونے کی مدعی ہے، بغیر کسی معقول وجہ کے ایک آزاد قوم کو صرف اس لئے تباہ و برباد کرنے کی جرات کرتی ہے کہ وہ کمزور ہے اور تاب مقاومت نہیں رکھتی۔

اس جنگ میں ظلم و ستم کے جو واقعات پیش آئے وہ ابھی تازہ ہیں، اور ان کی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے، تاہم ناموزوں نہ ہوگا، اگر اس موقع پر شہنشاہ حبش

کی تقریر کے چند الفاظ نقل کئے جائیں جنہوں نے بین لیگ کی اسمبلی کے اسپیکر اجلاس میں اس ظلم و جفاکاری کی حقیقت بے نقاب کی ہے۔

شہنشاہ حبش نے جب جنگ کا خوفناک نقشہ پیش کیا، تو ان کا دل بھر آیا، انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ ”اٹلی کی فوجوں نے زہریلی گیس اور سامان حرب سے حبش میں ایک تہلکہ مچا دیا، اس کے ساتھ ایک بڑی تعداد میں ہم برمانے والے ہوائی جہاز تھے جنہوں نے حبشی فوجوں، شہریوں اور مولشیوں کو تباہ کر دیا اور چراگا ہوں نیز پینے کے پانی تک کو زیر آلود کر دیا، جنگ کے وقت اس قدر خوفناک تدبیریں اختیار کی گئیں جنکی مذمت کرنے کیلئے اس وقت میرے سوائے یہاں کوئی نہیں ہے جو اس وقت حبش میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا، میری رعایا کے خلاف جو مظالم کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں اپنی شہادت پیش کرتا ہوں۔“ شہنشاہ نے یہ بھی فرمایا

”گزشتہ اکتوبر میں جب ۵۲ ممالک یہاں جمع ہوئے جن میں سے چند دنیا کے مضبوط ترین ممالک بھی تھے انہوں نے مجھ کو یقین دلایا تھا کہ حملہ آور فتح حاصل نہیں کر سکے گا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ لیگ کی فتح ہوگی۔“

تقریر کے آخر میں شہنشاہ نے نہایت درد انگیز الفاظ میں لیگ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا،

”میں لیگ سے اسل کرتا ہوں کہ وہ میری پامال رعایا کو بچائے، خدا اور تاریخ آپ لوگوں کے فیصلے کو یاد رکھے گی۔“ انہوں نے یہ بھی فرمایا۔

”یہ پہلی مثال ہے کہ اسمبلی میں تقریر کرنے کے لئے ایک ملک کا بادشاہ آیا، لیکن اس سے پہلے بین الاقوامی لیگ کو کبھی ایسی صورت حالات سے سابقہ نہیں پڑا جبکہ قوموں کو وحشیانہ طریقہ سے صفحہ ہستی سے مٹانے کی دھمکی دی جا رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ میں بحیثیت شہنشاہ اپنا فرض ادا کرنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔“

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جب اطالیوں کو شکست پر شکست ہونے لگی، تو انہوں نے جنگ میں ہر ایک منوعہ طریقہ استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

آخر میں شہنشاہ نے دریافت کیا۔

”کیا تمام حکومتیں طاقت کے سامنے جھک جائیں گی؟ یہ تقریر سنکر مدعیان آزادی شرم سے سرنگون ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے، لیکن جیسا کہ بادشاہ کا خیال تھا، تمام حکومتیں ”طاقت“ کے سامنے جھک گئیں اور ایک مظلوم و شکست خوردہ قوم کی فریاد کسی مدعی تہذیب و آزادی نے نہ سنی، اور فیصلہ اٹلی کے حق میں ہوا، کوئی شبہ نہیں کہ

”تاریخ اس فیصلہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔“

اب اس جنگ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو شرفیابانہ آئین جنگ کو پیش نظر رکھئے جس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی ہے، عہد خلافت میں جب اسلامی فوجیں جنگ کے لئے روانہ کی جاتی تھیں تو انہیں حکم دیا جاتا تھا کہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور جنگ سے بے تعلق لوگوں کو قتل نہ کریں، نہ ہی پیشواؤں، اور گوشہ نشین عبادت گزاروں کو نہ چھیڑیں، عبادت گاہوں کو برباد نہ کریں، ہرگز اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹیں یہ تیرہ سو برس پہلے کی باتیں تھیں، اس کے مقابلہ میں آج تہذیب کے زمانہ میں یہ حالت ہے کہ انسانوں کی قیمتی جانیں زہریلی گیسوں، جسموں کو پارہ پارہ کر دینے والے بموں، اور پانی میں زہر ملا کر ضائع کی جاتی ہیں، اور نام نہاد مہذب حکومتیں یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتی ہیں، اور نظر انداز کر دیتی ہیں، یہ صرف اس لئے کہ ان کے نزدیک ”طاقت“ انصاف سے بالاتر ہے۔

ان عبرت انگیز واقعات سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ جو قوم دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے، اس کو ”طاقت“ حاصل کرنا چاہئے، دوسروں کے انصاف و دیانت پر اعتماد کر کے ہم ہرگز عزت کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے، موجودہ عہد میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے کہ کسی کمزور قوم کے مطالبات صرف اس لئے منظور کئے گئے ہوں کہ وہ حق پر ہے، اور صاحب قوت قوم کے اس لئے مسترد کر دئے گئے ہوں، کہ حق اس کے ساتھ نہیں ہے، اس قسم کے واقعات صرف اسلام ہی کی تاریخ پیش کر سکتی ہے

گزشتہ صدی میں تمام دنیا میں عام مسلمانوں اور

ان کی حکومتوں کو جو مصائب پیش آئے، ان کا سبب وحید مسلمانوں کی کمزوری تھی، جو مختلف اسباب سے جن کے تذکرہ کی یہاں ضرورت نہیں، ان میں پیدا ہو گئی تھی۔

اس زمانہ میں مختلف اسلامی حکومتوں خصوصاً ترکوں نے اپنی شرافت اور خوش اعتمادی کی بنا پر یورپ کو بہت سے حقوق اپنے ملک میں عطا کئے، لیکن یہ حقوق جو قوت کے زمانہ میں بطور مراعات عطا کئے گئے تھے، کمزوری کے زمانہ میں بلائے جان ہو گئے، اور ان کی وجہ سے متعدد اسلامی حکومتوں کو جن میں ترکی حکومت بھی داخل ہے اپنے ملک کی آزادی سے سانس لینا بھی مشکل ہو گیا، اور ان مراعات کی وجہ سے یورپ کی گرفت اس قدر مضبوط ہو گئی کہ جس سے نجات حاصل کرنا ممکن نہ تھا، بار بار دھمکیاں دی جاتیں اور جنگی جہازوں کی نمائش کی جاتی تھی، بلکہ یہ اقتدار یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ اندرون ملک میں بھی نظام حکومت مفلوج ہو چکا تھا، اور بیرونی حریفوں کے احکام اصلی حکمرانوں سے زیادہ واجب الکتبیل سمجھے جاتے تھے، یہ حالات تھے جب جنگ عظیم پیش آئی، جس نے تمام اسلامی حکومتوں کی آنکھیں کھول دیں، اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جب تک وہ مادی طاقت حاصل نہ کریں گی، یوں ہی پامال ہوتی رہیں گی، یہاں تک کہ ایک دن مٹ جائیگی۔ یہ اس احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد اسلامی حکومتوں نے اپنی باقی ماندہ منتشر طاقت کو جمع کر کے قوت حاصل کرنے اور متحد رہنے کا عزم کر لیا، جنگ عظیم میں ترکوں کا بہت سا ملک نکل گیا تھا، ان کی حالت نہایت نازک تھی یہاں تک کہ دار الخلافہ قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اور سلطان کی حالت ایک نظر بند سے بہتر نہ تھی،

اس موقع پر ترکوں نے عزم راسخ کے ساتھ آخری بازی کھیلنے کا ارادہ کر لیا، اور ایسی شجاعت و جانبازی کے ساتھ اپنی قوت کا اظہار کیا کہ حریفوں کو ان کے سامنے جھکن پڑا، اور مصطفیٰ کمال پاشا جن کی حیثیت ایک باغی ہنر کی قرار دی گئی تھی، ایک ذمہ دار ہستی تسلیم کئے گئے، اور جو حکومت انہوں نے قائم کی تھی، اسی سے یورپ کو معاہدہ کرنا پڑا، اس معاہدہ کے موقع پر عصمت پاشا نے جس شہامت، استقلال،

اور تدبیر کا اظہار کیا وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیگا۔

غرض جنگ کے بعد ترکی، ایران، افغانستان اور عراق عرب وغیرہ میں ایک عام تحریک اپنی گم شدہ طاقت کے از سر نو حاصل کرنے کی پیدا ہو گئی ہے، جس میں ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے، اب شاہ رضا خاں کے زمانہ کا ایران وہ ایران نہیں ہے جو جنگ عظیم سے پہلے تھا، اسی طرح اگرچہ ترکی حکومت کا رقبہ بہ نسبت سابق اب مختصر ہو گیا ہے، لیکن جو حقیقی قوت، رعایا اور حکومت کی ہم آہنگی، نیز قومی عصیت، اور اندرونی خود مختاری اس کو حاصل ہے وہ پہلے میسر نہ تھی۔

اب ترکوں نے طویل تجربہ کے بعد اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیا ہے کہ صرف ”طاقت“ ہی کے ذریعہ سے وہ اپنے دشمنوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، دوسروں کے انصاف و صداقت پر اعتماد کر کے اپنے حقوق و آزادی کے محفوظ رہنے کی توقع کرنا امید باطل ہے، ذہنیت کی اس تبدیلی کا اندازہ غازی عصمت پاشا کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو ابھی چند روز ہوئے انہوں نے مدرسہ حربیہ کے طلبہ کو انعام تقسیم کرتے وقت فرمائی۔

آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
”ملک کی عزت و حفاظت نوجوانوں کی قوت عمل پر منحصر ہے، میں یہ حقیقت آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں، کہ آپ کو اگر مادر وطن کی سلامتی اور اپنی قوم کا وقار باقی رکھنا ہے تو اپنی اقتصادی، جسمانی، اور حربی طاقت کو ترقی دیجئے، مشرقی افریقہ میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ دنیا میں کمزور کیلئے کوئی جگہ نہیں صرف وہی لوگ زندہ رہ سکتے ہیں جن میں کش مکش حیات میں حصہ لینے کی قوت ہو۔ دنیا کی ایک قدیم ترین سلطنت آج اس لئے صفحہ ہستی سے مٹ رہی ہے کہ اس نے رفتار زمانہ کا ساتھ نہ دیا، اور اپنی حربی طاقت کو مستحکم نہ کیا، حبش کی بے بسی اور بیچارگی مشرقی اقوام کیلئے سبق آموز ہے، اور قوموں کو یہ سبق دیتی ہے کہ وہ رفتار زمانہ کے مطابق اپنی حفاظت کی تدبیریں کریں، مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے، کہ ترکوں میں قوت عمل پیدا ہو گئی ہے اور ہرگز مرد یہ سمجھنے لگا ہے کہ ترک قوم اور ہمارے دوسرے بھائی جو ترکی کے باہر رہتے تھے ان کے تحفظ ناموس کا

ذریعہ عمل ہے، آپ لوگوں کے سامنے زندگی کا وسیع میدان ہے جس کا اولین منشا ہے راہ قومی خدمت ہے، نیز ترکی کے ہر فرزند اور ہر دختر سے اس کی امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے وقار اور اپنی قوم کی عزت برقرار رکھنے کیلئے جان توڑ کوشش کرے گا، اور اسلام کا ابتدائی اصول یاد رکھے گا کہ نجات کا ذریعہ صرف قرآن اور نیکواری ہے جو کچھ غازی عصمت پاشا نے فرمایا ہے اس کے صحیح سونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا، طاقتات شاہد ہیں کہ جب کسی کمزور قوم کو اس کے مفاد کے برخلاف کسی معاہدہ پر مجبور کیا جاتا ہے تو قوت حاصل کرنے کے بعد وہ اس معاہدہ کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، مثلاً جرمنی کو جنگ عظیم کے بعد جس طرح معاہدات کی گرفت میں لیا گیا تھا، اب وہ اس سے آزاد ہو چکی ہے، دوسری طرف ترک درہ دانیال کی قلعہ بندی کا عزم کر چکے ہیں جس میں وہ ضرور کامیاب ہوں گے، کیونکہ انہوں نے کافی طاقت و قوت حاصل کر لینے کے بعد یہ قدم اٹھایا ہے، چنانچہ ابھی حال میں غازی عصمت پاشا نے انگریزوں نے خارجی اور بین الاقوامی سیاست پر ترکی کی پابندی میں جو طویل تقریر کی ہے وہ صاف بتا رہی ہے کہ اس تقریر کے پیچھے کس قدر قوت و طاقت موجود ہے، جس کی بنیاد پر وہ اس بلند آہنگی کے ساتھ اپنے حریفوں کو چیلنج دے رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا۔
”آج تمام عالم جس اضطراب انگیز دور سے گزر رہا ہے، اس نے ہماری توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا ہے اور ہمارا فرض ہو گیا ہے کہ مشکلات پر غالب آئیں اور غفلت کو پاس تک نہ پھٹکنے دیں۔“
اس کے بعد انہوں نے صاف صاف کہا۔

”آج ہمارے اندر فولادی ارادہ پیدا ہو چکا ہے سیاسی افق پر جو غبار نظر آرہا ہے، وہ ترکی قوم کیلئے خطرہ کا باعث نہیں ہے، لیکن اگر اس کے پیچھے ہمارے لئے کوئی خطرہ پوشیدہ ہے تو ہم کو اس حقیقت کا کھلے الفاظ میں اعلان کر دینا چاہئے، کہ ہم ان خطرات سے خوفزدہ اور ہراساں نہیں ہیں، کیونکہ ہمارے پاس وسائل دفاع موجود ہیں اور ان تمام اسلحہ سے آراستہ ہیں

جو عالم عسکری کیلئے ناگزیر ہیں۔
میں صاف صاف اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہم کو جنگ کیلئے مجبور کیا گیا تو دنیا کا ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ ٹرکی قوم کا ایک ایک بچہ اور ایک ایک عورت کس طرح متحد ہو کر حفظ وطن کیلئے اپنا خون بہاتے ہیں، بلاشبہ اسلحہ پر قوم کے مضبوط ارادوں کو ترجیح حاصل ہے اور ہم اس کی پوری تکمیل کر چکے ہیں، ہمارا نصب العین صلح و سلامتی کا قیام اور اپنی آزادی کو برقرار رکھنا ہے۔
غامی عصمت پاشا کا یہ بیان کسی مزید توضیح کا محتاج نہیں ہے، ان کے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عزم راسخ یعنی ترکی قوم کا ”مضبوط ارادہ“ اور ”جدید اسلحہ“ اور سامان جنگ ان کو حاصل ہے اور وہ بجائے کسی دوسری قوم کی امداد و اعانت پر اعتماد کرنے یا سہارا تلاش کرنے کے محض اپنے زور بازو اور عزم شہانہ سے اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ طریقہ کار صحیح ہے یا غلط؟ اس کا فیصلہ ان بہترین نتائج و ثمرات نے کر دیا ہے، جو اس طریقہ کار کی بدولت ترکوں کو حاصل ہوئے۔

مذہبی نقطہ نظر سے بھی ترکوں کا یہ طریقہ کار عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے، خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو خانہ نشینی اور گوشہ گیری کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ بارشاد فرمایا ہے کہ **وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ** جس کا مقصد یہ ہے کہ جس قدر زیادہ سے زیادہ قوت تم دشمنوں کے مقابلہ کیلئے جمع کر سکتے ہو اس کو جمع کرو۔

اسلام میں توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں، اور یہ توقع کریں کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا، خدا انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے، جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

لینس للانسان الا ما سعی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضور کے اہلبیت اور صحابہ کرام کی زندگی ہمارے سامنے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی زبردست آزمائشوں میں مبتلا کیا اور انہوں نے دین و ملت کیلئے کیسی کیسی عظیم الشان قربانیاں انجام دیں تاکہ خدائے واحد و یگانہ کی توحید دنیا میں پھیل جائے۔

اور اسلام کا علم سر بلند کریں۔
مسلمان اگر دنیا میں عزت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں بھی ”قوت“ حاصل کرنا اور مصائب و مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے، بغیر عزم و ہمت، سعی و کوشش، اور ثبات و استقامت کے وہ دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔

موجودہ دور بیداری میں دنیا کی تمام قومیں کسی نہ کسی اعلیٰ مقصد حیات کے حاصل کرنے کیلئے دوڑ رہی ہیں مسلمانوں کا یہ کام نہ ہونا چاہئے، کہ وہ کھڑے ہو کر ان کا تماشا دیکھیں بلکہ انہیں بھی دیوانہ وار اس کشمکش میں حصہ لینا چاہئے، مختلف اقوام و ملل کی اس دوڑ میں جو قوم جس قدر زیادہ جوش و ہمت سے کام لے گی۔ اسی قدر زیادہ کامیاب ہوگی، کیونکہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدر خوار دیکھ کر

ڈاکٹر آرمیڈر کی شخصیت کا ایک اچھوتوں کی حمایت میں تلخ تجربات

(بقیہ مضمون ص ۱۲)
وہ اپنے اس جواب کی توضیح یا تشریح کرنے کی پروا نہیں کرتے اس پر اگر آپ کو غیظ کا وہ واقعہ یاد آجائے کہ اس نے اپنی نابینا آنکھ پر چشمہ لگا کر کہا تھا کہ مجھے کوئی علامت نظر نہیں آتی، تب آپ اپنے ہی خیالات میں مست رہئے، اور وہ (ڈاکٹر آرمیڈر) اپنے خیالات میں۔ اگر آپ دریافت کریں کہ کیا اچھوتوں کیلئے کئی ایک کوئیں نہیں کھودے گئے، اور کیا قدیم کنوؤں پر اچھوتوں کو آنے کی اجازت نہیں دی گئی، اور کیا اچھوتوں کیلئے مدرسے اور جھونپڑے نہیں تعمیر کئے گئے وہ جواب دیں گے کہ وہ اچھوتوں کیلئے مساوی حیثیت چاہتے ہیں، نہ کہ ”کنوئیں اور جھونپڑے“

سنجیدگی
پست اقوام کے رہنما کی حیثیت سے ڈاکٹر آرمیڈر کا خاص طور پر بہت سنجیدہ آدمی ہیں، وہ اچھوتوں سے نا انصافی پر غیظ و غضب کا ہنگامہ نہیں مچاتے، اور نہ ان میں جوشیہ مصلحین کی طرح آگ اور کھلی بھڑی ہوئی ہے، وہ مجموعوں میں کھڑے ہو کر اپنے خیالات کی تبلیغ نہیں کرتے اور نہ انہیں

اس کی فکر ہے کہ اپنے مخالفین کو اپنے خیالات منوا کر موافق کر لیں اور اس طرح ان کی ہر دغ و غریب سے اپنی مہم کو قوی بنالیں نہ تو وہ ایک غضبناک مبلغ تھے ہیں، اور نہ جفاکش منصوبہ باز، ہندوستان کے اس سارے طول و عرض میں کوئی پیشہ ور رہبر ڈاکٹر آرمیڈر سے زیادہ صاف اور سچا اور بے نقصان شاہیدی رکھتے۔

ڈاکٹر آرمیڈر کی نظر صرف اس بات پر جمی ہوئی ہے کہ ان کے فرقہ پر ظلم کیا جا رہا ہے، وہ ان خوفناک تفصیلات سے فائدہ نہیں اٹھاتے، بلکہ صرف مجروحانہ انصافی پر زور دیتے ہیں، ورنہ ہم کے اس شاگرد کو حقیقی مصائب میں خواہ کتنی بھی کمی ہو جائے، تشفی نہیں ہو سکتی وہ ہندو سماج کے ضمیر میں انقلاب چاہتے ہیں اور صرف اسی سے ان کی تشفی ہو سکتی ہے۔

رو بسن اور آرمیڈر

ڈاکٹر آرمیڈر سے میں جیسے جیسے گفتگو کرتا تھا ویسے میرا خیال پست فرقوں کے ایک اور رہنما کی طرف جاتا رہا یعنی پال روبسن، روبسن ان مظالم کا ذکر پر سوز غلوں کے ساتھ کرتے ہیں، جو ان کی قوم پر روا رکھے جاتے ہیں وہ ان دلتوں کی مثال پر مثال بیان کئے جاتے ہیں جو خود انہوں نے یا ان کے ہم قوموں نے اٹھائی ہیں، لیکن ان کا خیال اکثر اپنی موسیقی اور اداکاری کی طرف بھٹک جاتا ہے اس بیچارے کی یہ بھی بڑی بے نصیبی ہے کہ اسے اپنی قوم کے مصائب اس بات کا موقع نہیں دیتے، کہ وہ اپنی فطری کمالات پر پوری توجہ کر سکے، اور ڈاکٹر آرمیڈر کی بے نصیبی یہ کہ اپنی قوم پر معاشرتی مظالم کا گہرا احساس ان کے اور انکی کتابوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، ان کتابوں کے جن سے انہیں عشق ہے اگر ڈاکٹر آرمیڈر کسی دوسرے فرقہ میں پیدا ہوتے تو اس بات کا یقین ہے، کہ انہیں قانون ساز مجلس کے اندر جانا ہی نہ پڑتا، البتہ وہ محاشات اور اصول قانون پر ایک عالی پایہ مصنف کی حیثیت سے ایک ہمہ گیر شہرت مالک ہوتے ڈاکٹر آرمیڈر مجھے پہنچانے کیلئے میٹرھیوں کے نیچے تک اتر آئے، پھاٹک کے پاس ان کا چھوٹا سا بھتیجا کھیل رہا تھا میں نے اس بچے سے پوچھا۔ ”کیا تم عیسائی ہونا چاہتے ہو؟“ بچہ نے فوراً جواب دیا۔ ”نہیں میں دادا کی طرح ایک سپاہی بننا چاہتا ہوں“ ڈاکٹر آرمیڈر نے مسکراتے ہوئے مجھ سے

(ماخوذ از طائیف آف انڈیا) (۱-۱-۱۹۳۶ء)

وصیتیں

وصیت نمبر ۲۵۹۲

منکہ تاج بی بی زوجہ محمد حسین صاحب قوم راجپوت
پیشہ زراعت عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی
ساکن کاٹھگرہ ڈاک خانہ خاص تحصیل گرٹھہ شکر ضلع
ہوشیار پور بھائی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ میں بتاریخ
۲۲/۳/۳۵ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے: زیور طلائی و
نقدی نقد روپیہ اور حق مہر -/۵۰۰ روپیہ کل چھ سو روپیہ
مالیت ہے، میں اس جائیداد کے جو مذکورہ صدر ہے بلکہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں، نیز میری
جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو، اس کے بھی بلکہ حصہ
کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی، اور اگر
میں کوئی رقم اپنی وصیت کے حصہ میں سے داخل خزانہ
صدر انجمن احمدیہ کروں گی، تو اس کی رسید لوں گی، جو کہ
رقم مذکورہ حصہ وصیت کردہ سے منہا تصور ہوگی فقط
۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء العبد العبد تاج بی بی بقلم خود -
گواہ شہد محمد حسین بقلم خود خاندن موصیہ - گواہ شہد
عبد المنان امیر جماعت احمدیہ کاٹھگرہ بقلم خود -

وصیت نمبر ۲۵۹۳

منکہ سردار بیگم زوجہ ملک عبد الحمید قوم اوان عمر
۲۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ
دارالرحمت بھائی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ
۲۳/۳/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری جائیداد میرا مہر ہے، جو مبلغ -/۴۰۰ روپیہ
ہے یہ میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے اس کے
علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے، میں اس کے دسویں
حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں،
میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو، تو اس
کے بھی بلکہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی،
خاوند کی گواہی کے لئے ان کی چھٹی ہمراہ وصیت لگا دی ہے
العبد سردار بیگم گواہ شہد غلام حسین محلہ دارالرحمت، گواہ شہد
ملک عبد الرحمن مولوی فاضل محلہ دارالرحمت -

وصیت نمبر ۲۵۹۱

منکہ رشیدہ بیگم زوجہ مولوی چراغ دین صاحب مولوی
فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قوم راجپوت عمر ۱۹ سال تاریخ
بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان بھائی ہوش و حواس بلا
جبر و اکراہ بتاریخ ۲۴/۳/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-
(۱) میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس
کے بلکہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی -
(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر
انجمن احمدیہ میں بحد وصیت داخل یا حوالہ کرتے رسید حاصل
کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ
سے منہا کر دی جائے گی -

(۳) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے:-

(الف) میرا مہر یا پنج سو روپیہ میرے شوہر مولوی
چراغ دین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کے ذمہ ہے،
چنانچہ اس امر کی تصدیق کیلئے میں ان کے دستخط نیچے ثبت
کر رہی ہوں -

(ب) میرا موجودہ زیور طلائی موجودہ نرخ کے مطابق (موجودہ
نرخ تقریباً فی تولہ -/۳۴ روپیہ ہے) مبلغ چار سو روپیہ کا
العبد رشیدہ بیگم بقلم خود - گواہ شہد عبد الرحمن مولوی فاضل
کارکن عملہ الفضل - گواہ شہد کاتب چراغ دین مولوی فاضل
بمبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ شوہر موصیہ

وصیت نمبر ۲۵۹۲

منکہ حافظ پیر محمد ولد فتح محمد صاحب قوم اراٹیں پیشہ
خادم مسجد ناصر آباد، عمر پچاس سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء
ساکن اکبر پورہ خورد ضلع جالندھر بھائی ہوش و حواس بلا جبر و
اکراہ آج بتاریخ ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا
ہوں - اس وقت میری ماموار آمد کوئی نہیں ہے صرف نقدی

-/۱۰۰ روپیہ ہے جس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں
کہ مبلغ دس روپیے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں تازیت ادا
کر دوں گا، اگر بعد میں کوئی آمد ہوئی تو اس کا دسواں حصہ بھی
خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں ادا کر دوں گا، اور وصیت کرتا ہوں
کہ اگر میری وفات پر کوئی جائیداد ثابت ہو اس کے دسویں
حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - العبد حافظ
پیر محمد خادم مسجد ناصر آباد قادیان نشان انگوٹھا، گواہ شہد
عطاء الرحمن پریڈینٹ محلہ ناصر آباد قادیان - گواہ شہد ملک عبد الحق
سکرٹری محلہ ناصر آباد قادیان -

آہ امیان بہ فضل حسین مرحوم

میاں صاحب مرحوم بٹالہ کے ایک مغز خاندان کے
چشم و چراغ تھے، آپ ۱۴ جون ۱۸۸۷ء پشاور میں پیدا
ہوئے، آپ کے والد میاں حسین بخش صاحب مرحوم پنجاب
سول سروس کے رکن اور اس وقت پشاور میں تعینات تھے
مرحوم کی ابتدائی تعلیم ایٹ آباد میں ہوئی میٹرکولیشن کا امتحان
آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے اور بی اے کا گورنمنٹ کالج لاہور سے
پاس کیا، غالباً اسی اشار میں آپ کو انڈین سول سروس میں منتخب
کرانے کی کوشش کی گئی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ
قدرت نے آپ سے ایک بہترین اور بلند پایہ کام لینا تھا -

بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ بیرسٹری کی تعلیم
کیلئے انگلستان تشریف لگئے، اور اس میں کامیابی حاصل کرنے
کے بعد ۱۹۰۷ء سیالکوٹ میں وکالت شروع کر دی، اسی
زمانہ سے آپ کی سلیک زندگی کا آغاز ہوتا ہے، ۱۹۱۰ء
تک آپ سیالکوٹ میں مقیم رہے اس کے بعد لاہور تشریف
لے آئے، اسی قلیل عرصہ میں آپ نے سیالکوٹ میں انجمن
اسلامیہ کی بنیاد ڈالی، اور اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا
یہ انجمن اس وقت ایک ہائی سکول نہایت کامیابی سے چلا رہی
ہے، اور اپنے علاقہ میں اس نے مسلمانوں کی قابل قدر تعلیمی
خدمات انجام دی ہیں، لاہور میں مرحوم نے اپنی قابلیت
خلوص اور جذبہ خدمت قومی کی وجہ سے بہت جلد اہمیت
حاصل کر لی - ۱۹۱۷ء میں آپ انجمن حمایت اسلام کی کالج کمیٹی
کے سکرٹری منتخب ہوئے، اور دس بارہ سال تک اس فرض
کو نہایت تندرستی سے انجام دیتے رہے، ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء
کے درمیان کچھ عرصہ کیلئے آپ نے اسلامیہ کالج کے انری
پرنسپل کی حیثیت سے بھی کام کیا، اور بڑے بڑے ماہرین
تعلیم نے ایک معلم کی حیثیت سے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور
کامیابی کا اعتراف کیا، ۱۹۰۹ء میں آپ پنجاب یونیورسٹی
کے فیلو منتخب ہوئے، اور ۱۹۲۰ء تک آپ سینیٹ کے
رکن رہے، آپ نے ایک قانون دان کی حیثیت سے بھی
بہترین قابلیت کا اظہار کیا، جس کا اعتراف قانون دان محقون
نے آپ کو بار ایسوسی ایشن کا صدر منتخب کر کے کیا -

شروع میں آپ کا نگرانی خیالات رکھتے تھے، لیکن

چھتیس سال سے مشہور

آئے دن کی ہر ایک بیماری کے لئے
ایک ہی لازمی اور ضروری
دوائی



“امرت دھارا”

تمام وبائی بیماریوں

ناگہانی چوٹوں میں مدد کرنے والی ایک ہی دوا ہے۔ “امرت دھارا”
اس حیرت انگیز ایجنٹ کا انفلوانزا، ہیضہ اور پٹیک جیسی نامراد
بیماریوں میں جادو کا سا اثر دیکھنے کے قابل ہے۔ “امرت دھارا”
ہر ایک قسم کی اندرونی اور بیرونی باقی بیماریوں میں بھی نہایت مفید
ہے۔ لاکھوں آدمی اپنے تجربے کے وثوق سے کہتے ہیں کہ یہہ
زہروں اور جراثیم کو دور کرنے کے لئے ایک اچوک دوا ہے۔
چوٹوں، زخموں اور زہریلے جانوروں کے کاٹے پر اس نے ہمیشہ
اکسیر کا کام کیا ہے۔ دنیا میں اس نے اپنی قسم کی ایسی تمام
دوائیوں میں سب سے زیادہ شہرت پائی ہے۔ پھر طرہ یہ اسے میر وغریب
ہر ایک آسانی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی قیمت اہل معمولی ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنے نصف شیشی ایک روپیہ چار آنے۔ نمونہ صرف
اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھئے۔ مفصل حالات کے واسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں

خط و کتابت تارکاتہ: “امرت دھارا” لاہور

المستند

بینچر امرت مہار اوشہ حالہ امرت مہاراجھون۔ امرت مہاراسٹرک۔ امرت مہاراجھانی لاہور

دقیقہ فروگزاشت نہ کریں، نور کا وہ کونسا فریاد ہوگا جس کے اندر
نہ ہوں اور پھر وہ کون سے دوست ہوں تھے جنہیں نور کی خبر
کئے کہا جائے اور وہ انکار کر دیں، صرف توجہ کی ضرورت تھی
نور کی شاندار خدمات کا تبلیغی ریکارڈ آج کسی بشرح کا محتاج نہیں
دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں،
بلاشبہ ایسے مجاہد پرچہ کی اعانت کرنا اپنی مدد آت کرنے

جب کانگریس نے عدم تعاون کا طریق اختیار کیا، تو آپ
اختلاف رائے کی بناء پر اس سے علیحدہ ہو گئے، آج بڑے
بڑے کانگریسی حضرات اپنے عمل اور دینی زبان سے آپ کی
صحت رائے کا اعتراف کر رہے ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں جب
رولٹ ایکٹ کا نفاذ ہوا، تو مرحوم نے نہایت جرأت و قوت
کے ساتھ اس کی مخالفت احتجاج کیا، لاہور میں جو اس رسوائے عالم
قانون کے خلاف جو پہلا جلسہ ہوا، اس کے صدر مرحوم ہی
تھے، مائیکو چیمپفورڈ اصلاحات کے نفاذ کے بعد آپ
دومرتبہ صوبہ پنجاب کے وزیر تعلیم اور ایک مرتبہ ریونیو ممبر
مقرر ہوئے، ۱۹۳۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک آپ دائرہ
کی انتظامیہ کونسل کے ممبر رہے، اس عرصہ میں آپ نے
اپنی قابلیت، اصول پسندی، تدبیر اور جرأت کا بہترین
مظاہرہ کیا، آپ کے سامنے لاتعداد مشکلات تھیں، چاروں
طرف مخالفت کا طوفان تھا۔ “اندرون خانہ” اور بیرون خانہ
آپ کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں حائل کی گئیں، لیکن
آپ ان سب پر غالب آئے۔

نور کی تبلیغی کوششوں کا اعتراف

مکرم جناب فقیر سید جلال الدین صاحب رئیس اعظم
لاہور اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ
”مکرم بندہ سلمہ ربہ۔ سلام مسنون۔ مزاج شریف
نور اخبار کی تبلیغی خدمات واقعی بہت ہی قابل قدر ہیں۔
نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے غیر مذہب
میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالا رہا ہے۔
الحمد للہ! جملہ بھی خواہان ملت بدل و جان اس کے
معترف ہیں، اور نیز خاک را ایدیتور نے لگا تار روزانہ
بندرہ بندہ گھنٹے کی محنت شاقہ کے بعد پانچ سال کے
قلیل عرصہ میں جو قوم کو قرآن مجید کے گورکھی و ہندی تراجم
اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورکھی سیرت جیسے بے بہا
تبلیغی و روحانی تحائف دئے ہیں، جن کی ضرورت صدیوں
سے محسوس ہو رہی تھی، وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں، اس وقت
نور کی اشاعت بہت ہی قلیل بلکہ اقل ہے، دوستوں کا
فرص ہے کہ وہ نور جیسے غازی پرچہ کی توسیع اشاعت میں کوشش

ڈکے مصداق ہے، مجھے خبر خواہاں رہا، بات صدقہ

نوریند ستر کی تیرہ ہدف سترہ افاق ادویہ!

اکسیر البدن و نیامیں ایک ہی مقوی دوا

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے آپ آج ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں، کیونکہ دل میں نئی امنگ، اعصاب میں نئی ترنگ، دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا، کمزور کو زور اور زور آور کو شاہ زور، نامرد کو مرد اور مرد کو جوان بنانا اس اکسیر پر ختم ہے، اکیماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے، محصول ڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خان صاحب رئیس کوٹ حجت خان ڈاکخانہ مومن ضلع شیخوپورہ

سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے جسم میں جس قدر خطرناک عوارض تھے مثلاً فالج، پسلی کا درد، پیشاب کا جلن سے آنا، اکسیر البدن کے ذریعہ سب کو آرام ہو گیا، آپ جس دیناندازی سے ادویات تیار کرتے ہیں، اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کی ادویات کی تعریف جواشتہاروں میں درج ہے ان کے اثرات اس توفیق سے بے انتہا بلند ہیں“

دنیا میں تو موتی سترہ کی ہی دہوم

مچ رہی ہے!

آج دنیا اس بات کو مان چکی ہے کہ موتی سترہ جملہ امراض چشم کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ضعف بصر، لکڑے، جلن، جلا پھولا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پتھر بال، ناخونہ، گوبانجی، رتوند، ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے، جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھتے ہیں، وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں قیمت فی تولد صرف دو روپے آٹھ آنے، محصول ڈاک علاوہ

ایک نچ صاحب بہادر نے بہت سا سترہ مفت تقسیم کیا

جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب کسٹومرنٹ پرنٹنگ چھاونی فیروزہ

سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ کا موتی سترہ ایک سبب جج صاحب بہادر کو استعمال کروایا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا فائدہ دیا کہ وہ آپ کے موتی سترہ کے گرد بیٹھے ہیں، اب وہ غریبوں میں بطور کار خیر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں لہذا آپ آدھ آدھ تولد والی بارہ شیشیاں اور ایک شیشی تولد والی بدیدن خط ہذا بذریعہ وی پی جلد بھیج دیجئے“

اکسیر اکبر جس کا اثر مستقل ہے۔ اکسیر البدن کے علاوہ اس میں مزید حسب ذیل اجزا شامل ہیں۔

سونے کا کشتہ، کستوری، عنبر، یومینین وغیرہ اس کے فوائد کے کیا کہنے، ایک ہی لاثانی دوا ہے اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، مفصلہ ذیل نئی و پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب، ضعف ہاضمہ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا، دل کی دھڑکن، سر کا چکرانا آنکھوں میں اندھیرا آنا، بیچینی، سستی، اداسی، ذرا سے کام سر دل کا پٹنا، جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کیلئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے، لاگت کے مقابلہ پر قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک صرف بیس روپے (عشہ) محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر اکبر سے ۲۵ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بنگیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی، ایک مریض جس کی عمر ۲۵ سال سے متجاوز ہو چکی تھی، اور جس کو کمزوری تقریباً ۲۰ سال سے تھی استعمال کرائی گئی، دوران استعمال میں حیرت انگیز تبدیلی اس جسم میں رونما ہوئی، جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی، یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اس کی صحت ایسی ہو گئی۔ جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے“

اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے۔

تریاق اعظم اس ایک ہی تریاق سے سر سے لے کر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے

گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے، سفر میں اس کی ایک شیشی کا آپ کے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ میں ہیں۔ اس کے ہر قطرہ میں آجیات اور سر مرض کیلئے اکسیر ہے، اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے سر کے درد، پسلی کے درد، گٹھیا کے درد، عرق النساء کے درد، معدہ کے درد، جگر کے درد، غرضیکہ جملہ قسم کے دروں کیلئے تیرہ ہدف، ناسور، جلے ہوئے آبلوں، تلی، بخار، مضمینہ بدہمی کیلئے اکسیر۔ قصہ کوتاہ! تقریباً دو صد امراض کا ایک ہی علاج ہے، مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے قیمت فی شیشی صرف دو روپے چار آنے محصول ڈاک علاوہ

تریاق اعظم کے ذریعہ جہاں بلب مریض کو شفا ہوئی جناب مسٹر خلیل الرحمن صاحب اپرا ایریزویشی اگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے تریاق اعظم نامی دوا آپ سے منگوائی، میں اس کی جس قدر بھی تعریف کروں کم ہے یہ تریاق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا ضروری ہے، میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہوئی اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں۔ جن میں آٹھ وقت میں تریاق اعظم تیرہ ہدف ثابت ہوئی، آپ نے ایسی تیرہ دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے، اگر اسے ”زندگی کا سر“ کہا جائے تو بجا ہے، ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقع دیں“

اکسیر لاسیر یہ نامراد موزی مرض انسان کا خون

نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے، اس کی مصیبت کو کچھ وی بہتر سمجھ سکتا ہے، جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو، ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو، زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست

نالود کر دیتی ہے، قیمت تین روپیہ - محصول ڈاک علاوہ

تین شیشی اور بھیجے

جناب بالو محمد سالم اکبر صاحب سید کرک اچھا پور
نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے ایک دوست
کیلئے پہلے بھی آپ سے اکسیر بوا سیر نامی دوا منگوائی تھی جس
وہ دوست ایک سال تک بالکل اچھے رہے، ان کو دیکھ کر
اب اور مرلینوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا بدین
خط ہذا تین شیشی اکسیر بوا سیر اور بذریعہ وی پی بھیج کر
شکریہ کا موقعہ دیجئے۔"

یہ دوا چھوٹے بچوں کے لئے
واقعی اکسیر ہی ہے اسی لئے

اکسیر بچکان

اس کا نام اکسیر بچکان رکھا گیا ہے، اسہال ہر قسم پیش
اور بچوں کے سوکھان وغیرہ کیلئے یہ دوا بفضل ایزدی
تیر ہدف ہے، سبز رنگ کے اسہال اور سوکھان وغیرہ
سے اکثر بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا ان عوارض کیلئے
ترباق ہے، اور پھر بڑی عمر والوں کے لئے بھی اسہال اور
پیش و غیرہ میں یہ بہت مفید ہے، قیمت فی شیشی دو روپے
محصول ڈاک علاوہ

موتی دانت پودر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا
کو ضروری سمجھتے ہیں تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع
کر دیں، جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی
طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا ہے اور بدبو سے دن
کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے، قیمت ڈوئس
کی شیشی جو مدت تک کافی ہے، ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بنظیر
تحفہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی
دماغ۔ جس سے جوہر حیات کو خاص تر قی ہوتی ہے۔
بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد، دل
ہر وقت دھڑکتا، سر ہلکتا، آنکھوں میں اندھیرا آتا، اٹھتے وقت
ستارے سے دکھائی دیتے، بے چینی، گھبراہٹ، بستی
اور اداسی چھائی رہتی ہو، کام کرنے کو دل نہ چاہتا ہو، جسم

میں کمزوری ہو، ان کیلئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر متہر قہر
اس دوا کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی
دوا سے بے نیاز کر دے گا، ایک ماہ کی خوراک جس میں ۵ روپے
دوا ہے قیمت پانچ روپے - محصول ڈاک علاوہ

بہیمہ، بدھمی، کمی بھوک، درد شکم، اٹھارہ
باؤ گولہ، پیٹ کا گرد گردانا، کھٹی ڈکار،

اکسیر معدہ

جی کا متلانا، قے، جگر و تلی کا بڑھ جانا، سر ہلکانا، کرم شکم،
اسہال، ریاح، کھانسی، دمہ کیلئے تیر ہدف ہے،
دودھ، گھی، مکھن، بالائی، انڈے وغیرہ منہم کرنے
کا بہترین ذریعہ ہے، دماغ، حافظہ، اور ذہن کو تقویت
دینے، کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کیلئے بنظیر چیز ہے
قیمت صرف دو روپے - محصول ڈاک علاوہ

اول تو کبھی کبھار کی قبض
بھی بہت تکلیف دہ ہے

قبض کشا گولیاں

پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپ کا معدہ صاف ہو
تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں، ورنہ یہ امر
مسلمہ ہے، کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے، ایک دن گھر کا
پانچا نہ صاف نہ ہو، تو تمام گھر کی فضا اس قدر خراب ہو جاتی
ہے کہ ناک میں دم آ جاتا ہے، یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے اگر
ایک روز بھی کھل کر آ جاتا ہو، تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا
ہے اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑ ہے، قبض کشا گولیاں
کیا ہیں، گویا معدہ کی جھاڑو ہیں، اور ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ
صحت کا بیمہ ہے۔ ایک سو گولی کی قیمت صرف دو روپے -
محصول ڈاک علاوہ

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا
نقصان کے یہ انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتی ہے بدھمی
سے جسے اس کی عادت پڑ جائے، پھر اس کا چھوڑنا بہت
مشکل ہو جاتا ہے، ہماری یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس
بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت یکھد گولی دو روپے محصول ڈاک علاوہ

بیس سالہ افیون کھانکی و باسی نجات مل گئی

مکرم جناب نور احمد خاں صاحب گوہر منٹ کنٹر کٹر سانہر لکے

تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی مرسلہ افیون چھڑاؤ گولیاں ایک
شخص کو استعمال کرائی گئیں، یہ صاحب بیس سال سے افیون
کھانے کی وبائیں مبتلا تھے، ان کا افیون کھانا قریباً قریباً
چھوٹ گیا ہے۔ گولیاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں، تھوڑی
گولیوں کی اور ضرورت ہے، لہذا آپ یکھد گولیاں بدین
خط ہذا بھیج دیجئے۔"

اس نامراد مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک
روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح

اکسیر جربان

انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے، سر میں درد، طبیعت سرد،
چہرہ زرد، ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے۔ دل اکتا یا سوا، بھوک مری
ہوتی غیر ضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ در گور بنا دیتی ہے۔ ہم نے
سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے
کیلئے ایک مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے اگر اسکی قیمت دس روپے بھی لگی
جاتی تو بھی تھوڑی تھی، مگر محض سلیک کی ہمدردی کی خاطر اس کی
قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بیس سالہ اختلام جربان اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خاں صاحب کمال ڈاک خانہ ڈولال ضلع جہلم
سے لکھتے ہیں کہ "جو جناب سے دوا اکسیر جربان منگوائی تھی،
اس سے اس حد تک فائدہ ہوا کہ ۲۰ سال کے امراض اختلام جربان سستی
وغیرہ سب جاتی رہی، اللہ تعالیٰ اس کی یاد کیلئے انگو جزائے خیر دے۔"

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو تو
اس وقت مجھروں کے کاٹنے سے جو جینی ہوتی

مجھروں

ہے، وہ کسی تشرخ کی محتاج نہیں، اور پھر اس کے کاٹنے سے طبعاً
بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ در گور بنا دیتا ہے لگھاتا ہے

ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے جسکی بو سے مجھروں کی طرح بھگتا
ہے جس طرح لاجول سے شیطان۔ اس کے چند قطرے بدن پر
مل لیجئے اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے۔ دواؤں کی شیشی

جو خاصی مدت کیلئے کافی ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصول ڈاک علاوہ

بال اڑانکی خوشبودار دوائی

لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم
سے نرم جگہ کے بال بے صفائی کمال بڑھ سے دور ہو جاتے ہیں
قیمت فی شیشی صرف آٹھ آنے - محصول ڈاک علاوہ

منہ کا پسہ۔ منہ نور انڈینز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

موتی کوڑیوں کا

بلائے گزشتہ کا سر
آپ کے عارف
ابو

آپ کے کتب کا سر
آپ کے عارف
ابو

نسا، اب دوستوں کے اصرار پر یہ رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں از روئے گرنٹھ صاحب اور دیگر سکھ تاریخی کتب یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھوں کا اگر مضبوط قدموں پر اتحاد ہو سکتا ہے تو مسلمانوں سے ہی، سکھ دوستوں کو دینے کے لئے بنے نظیر تحفہ ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

ہندو دھرم کی حقیقت یعنی سناٹن دھرم پر ایک تنقیدی نظر۔ آج تک مسلمانوں کی طرف اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے، اسلئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے، اس محرکہ اللہ کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی تھیں (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست جگ کے اوتار (۶) ایشور مہی کے روپ میں (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے روپ میں (۹) ایشور بادنے کے روپ میں (۱۰) ایشور کھارٹے والے کے روپ میں (۱۱) رام اوتار (۱۲) دوپریگ کے اوتار (۱۳) کرشن اوتار (۱۴) بدھا اوتار (۱۵) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی گواہی وغیرہ وغیرہ۔ گویا ہندوؤں کی وہ کتب جو ہزار ہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں، اور آج تک ان میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک بھی مسلمانوں کے کانوں میں نہ پڑی تھی، یہ ان جملہ کتب کا نچوڑ ہے۔ قیمت صرف (۸) ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

آریہ مذہب کی حقیقت مارچ سلسلہ میں جبکہ آریوں کی طرف سے راجپوتانہ میں ملکانہ ارتداد کی وبا پھیلی تھی، اسوقت یہ کتاب اس ارتداد کی دبا گوروں کے کیلئے بہترین تریاق ثابت ہوئی تھی اس کی تاثیر اور اس کی قبولیت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلم آؤٹ لک، زمیندار اور سیاست وغیرہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آجک جب قدر کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، یہ ان سب پر فائق ہے مجھ سے اجازت لیکر بعض دوستوں نے سندھی اور گجراتی میں بھی ترجمہ کیا، اب یہ فرید اضافہ کے ساتھ چھپ گئی ہے، پہلے حجم ۸۰ صفحات تھا، اب ۱۰۸ ہے، کاغذ، لکھا، چھپائی سب اعلیٰ ہے۔ قیمت غیر مجلد چھ آنے، جو تقریباً اصل لاگت ہے، ضرورت ہے کہ اس مجرب تبلیغی حربہ کی اشاعت نہایت ہی وسیع پیمانہ پر ہو۔ اس لئے اس کی قیمت اصل لاگت ہی رکھی گئی ہے۔

گائے اور سکھ دھرم ایک آنہ۔ گورو کی بانی (گورکھی میں) ایک آنہ یہ آٹھ کتب کا سٹ جسکی قیمت ۱۱ روپے موتی ہے، اکٹھا خریدنے والے سے صرف دو روپیہ آٹھ آنے (۸) محصول ڈاک علاوہ

حضرت بابا نانک کا مذہب یہ وہ جامع کتاب ہے جس میں ہندوؤں کے کل عقائد (۱) وید سمرتی پران (۲) چھوت چھتا (۳) تیرتھ یاترا (۴) جینیو (۵) مورتی پوجا (۶) سونک (۷) اوتار (۸) گنو پوجا (۹) مردے کا جلانا (۱۰) دیجیہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ گنگے۔ شری گرنٹھ صاحب اور حضرت بابا نانک کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے ان عقائد کی بزر تر دید کی ہے اور اس کے خلاف مسلمانوں کے عقائد کے گورو صاحب دل و جان سے مؤید تھے، مثلاً کلمہ طیبہ (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قبلہ پر ایمان (۶) عقیدہ ملائکہ (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے کرام اور حضرت بابا نانک (۹) حضرت بابا نانک کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے پھر اخیر میں اس کتاب میں نہایت مدلل و مبسوط مضمون تاریخی نقطہ خیال سے درج ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام گورو صاحبان کے حامی و مددگار رہے، اور سکھوں کے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا۔ اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے ۲۰ چوٹی کے اخبارات نے بڑی ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کیلئے یہ بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر مضمون نام سے ظاہر ہے اس میں مضمون کی مسلمان سکھوں کے ہر اڑے وقت میں کام آتے رہے ہیں سکھ گوروں کی پسینہ کی جگہ مسلمانوں نے اپنا خون بہایا، سکھ گوروؤں کی خاطر مسلمان ہر مشکل کے وقت سینہ سپر ہوئے، یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے قیمتی مضمون کو بعض سکھ اخبارات نے بھی فخریہ شائع کیا، ضرورت ہے کہ ایسا رسالہ نہایت وسیع پیمانہ پر شائع ہوتا کہ ہمارے سکھ بھائی اپنی دوست اور دشمن کو بہتر سمجھ سکیں۔ قیمت ۳۰ محصول ڈاک علاوہ

سکھ اور مسلمان یہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور کا وہ لیکچر ہے جو گزشتہ سے پیوستہ سال مرکزی سالانہ جلسہ پر دیا گیا، اور پھر دوستوں کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا، یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا، اب دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ سے شائع کیا گیا ہے، سکھوں میں تبلیغ کیلئے بہترین حربہ ہے، قیمت فی کاپی آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ

سکھ مسلم اتحاد یہ جناب ایڈیٹر صاحب موصوف کا وہ لیکچر ہے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر دیا گیا، جسے حاضرین نے خاص اشتیاق سے

ملنے کا پتہ۔ منیجر اخبار نور نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور